کرنے کے تین کام

جناب ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليحسن إلى جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أوليسكت.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٧٧)

''جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے مہمان کا اِکرام کرے اور جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

اکہرا معیارِ زندگی......اور سیرتِ نبی ﷺ

ایک حیثیت سے اور غور فرمایئے، آنحضرت ﷺ ہمیشہ صرف اپنے معتقدوں ہی کے حلقے میں نہیں رہے، بلکہ مکہ میں قریش کے مجمع میں بھی رہے، نبوت سے پہلے چالیس برس آپ ﷺ کی زندگی اُنھی کے ساتھ گزری۔ اور پھر تاجرانہ زندگی، لین دین کی زندگی، معاملہ اور کاروبار کی زندگی، جس میں قدم قدم پر بدمعاملگی، بدنیتی، خلاف وعدگی اور خیانت کاری کے عمیق غار آتے ہیں، مگر آپ اس قدر بے خطرہ اس راستے سے گزر گئے کہ آپ ﷺ کو ان سے امین کا خطاب حاصل ہوا۔ نبوت کے بعد بھی لوگوں کو آپ ﷺ پر یہ اعتماد تھا کہ امانتیں آپ ﷺ ہی کے پاس رکھواتے تھے، چنانچہ ہجرت کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے مکہ میں چھوڑا تا کہ آپ ﷺ کے بعد وہ لوگوں کی امانتیں واپس کرسکیں۔ آپ ﷺ کے دعوائے نبوت پر تمام قریش نے برہمی ظاہر کی، مقاطعہ کیا۔ دشمنیاں ظاہر کیں، آپ کو ساحر کہا، شاعر کہا، مجنون کہا، مگر کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ آپ کے اخلاق اور اعمال کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے، حالانکہ نبوت اور پیغمبری کے دعویٰ کے یہ معنی ہیں کہ مدعی اپنے بے گناہی اور معصومیت کا دعویٰ کر رہا ہے اس دعوے کے ابطال کے لیے آپ ﷺ کے اخلاق و اعمال کے متعلق چند مخالفانہ شہادتیں بھی کافی تھیں، تاہم اس دعوے کو توڑنے کے لیے اُنھوں نے اپنی دولت لٹائی، اپنی اولاد کو قربان کیا، اپنی جانیں دیں لیکن یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ آپ ﷺ کی ذات پر معمولی حرف گیری کر کے بھی اس کو باطل کرسکیں، کیا اس سے نہیں ثابت ہوتا کہ جو آپ دوستوں کی نظر میں تھے، وہی دشمنوں کی نگاہ میں بھی تھے۔ اور کوئی چیز زیر پردہ اور نامعلوم نہ تھی۔

ایک روز قریش کے بڑے بڑے رئیس جلسہ جمائے بیٹھے تھے اور آپ کا ذکر ہو رہا تھا۔ نضر بن حارث نے جو قریش میں سب سے زیادہ جہاندیدہ تھا، کہا: ''اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے تم اس کی کوئی تدبیر نہ نکال سکے، محمد تمھارے سامنے بچے سے جوان ہوا، وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سچا اور امانت دار تھا۔ اور اب جب اس کے بالوں میں سفیدی آچلی اور تمھارے سامنے یہ باتیں پیش کیں تو کہتے ہو کہ وہ ساحر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس کی باتیں سنی ہیں، محمد ﷺ میں ایسی کوئی بات نہیں۔ (ابن ہشام)

آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل کہا کرتا تھا: محمد! تم کو جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تم جو کچھ کہتے اور سمجھاتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی ہے۔ (ترمذی):

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝﴾

[الانعام:۳۳]

''ہم جانتے ہیں کہ ان (کافروں) کی باتیں تم کو (اے پیغمبر) غمگین کرتی ہیں، تو یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

(مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

30 رجب المرجب 1435ھ جمعۃ المبارک 30 مئی تا 05 جون 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 22 جلد 66

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

ایک چہرے پر کئی چہرے......

محمد سلیم چنیوٹی

پاکستان کے دو ہمسایہ ممالک اپنی نئی سیاسی قیادت منتخب کر چکے ہیں۔ افغانستان میں صدارتی انتخابات کا ابھی اعلانِ کامیابی نہیں کیا گیا جب کہ اخبارات میں عبداللہ عبداللہ کی کامیابی واضح کی گئی ہے۔ ابھی فائنل راؤنڈ ہونے کو ہے اور اشرف غنی اور ''ڈبل'' عبداللہ کے درمیان مقابلے کے بعد نئے افغان صدر کا اعلان ہوگا۔

دوسری طرف بھارتی جنتا پارٹی نے انتخابات میں بھرپور کامیابی حاصل کر کے کانگرس کے دیرینہ وطویل اقتدار کو شکست دے کر اس حد تک مختصر کر دیا ہے کہ کانگرس کے لیڈر نئے پارلیمانی نظام میں ''آٹے میں نمک'' کے برابر رہ گئے ہیں۔

نئی بھارتی حکومت میں وزیراعظم کا عہدہ نریندر مودی کو دیا گیا ہے۔ حلف برداری کی تقریب میں بڑی بڑی عالمی شخصیات اور سارک ممالک کے نمائندے حتیٰ کہ دائمی حریف پاکستان کے وزیراعظم جناب میاں نواز شریف کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔ علاقائی تعاون اور خطے میں قیام امن کی خواہش رکھتے ہوئے وزیراعظم پاکستان کا دلّی یاترا پروگرام شاید اپنے تئیں مثبت گردانا گیا ہوگا، مگر نریندر مودی نے اپنے دورِ سیاست میں مسلمانوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور بھارتی سرزمین پر خونِ مسلم سے اُنھوں نے ہولی بھی کھیلی اور بابری مسجد کے المیۂ شہادت میں بھی وہ ملوث رہے۔ بلکہ بابری مسجد والی جگہ پر رام مندر کی تعمیر ان کے انتخابی نعروں کا حصہ ہیں۔

نریندر مودی وزیراعلیٰ کی حیثیت سے آگے بڑھتے بڑھتے اب وزیراعظم بن گئے ہیں۔ اور اُنھوں نے حالیہ انتخابات میں جس طرح بُغضِ مسلم کے برملا اظہار سے بھارتی عوام کی حمایت حاصل کی ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اب موقع آنے پر جب کہ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ بھارتی سرمایہ داروں نے اپنے سرمایے کے بل بوتے پر اُنھیں یہ کامیابی دلائی ہے۔ جب نریندر مودی وزیراعلیٰ تھے تو اُنھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں عام زمینوں پر سرمایہ داروں کی فیکٹریاں اور کارخانے بنوانے کے لیے اُنھیں کوڑیوں کے بھاؤ زمینیں فراہم کیں۔ ممکن ہے کہ سرمایہ داروں نے بھی نریندر مودی کو تنہا نہ چھوڑا اور بھارتی عام انتخابات میں ایک بہت بڑی برتری سے وہ سرمایہ داروں کے پیسے سے کامیاب ہو کر سریر آرائے اقتدار ہو گئے ہیں۔

اب نریندر مودی خود میں کچھ تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے یا مصلحت کی ''خوبی'' ان میں اسٹیبلشمنٹ پیدا کرے گی؟ اس سوال کا جواب تو وقت دے گا۔ عالمی سیاست کے لیے ان کا چہرہ شاید الگ ہو کہ اس خطے میں جمہوریت اسی کا نام ہے۔ اور اپنے ملک کی سرزمین کے لیے خصوصاً سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے لیے وہ دوسرے چہرے سے نظامِ حکومت چلانے کی کوشش کریں گے۔

افغانستان کے حالیہ انتخابات اور نئی بھارتی منتخب حکومت سے پاکستان پر یقیناً اثرات تو ہوں گے وہ مثبت ہوں گے یا منفی؟ اس کا جواب وقت ہی دے گا۔

افغانستان جو ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اس کا استحکام پاکستان کے لیے بڑا اہم ہے۔ اس برادر اسلامی ملک کے ساتھ ہمارے معاشی، معاشرتی اور امن عامہ کی بحالی جیسے اُمور کا بڑا گہرا دخل ہے باہم پڑوسی ملکوں میں جاری امن کی کوششوں کو پورے خطے کے لیے تسلیم کیا جانا بڑی اہم بات ہے اس کے لیے پاکستان، بھارت اور افغانستان کو پڑوسی اور ہمسایہ بن کر سوچنا چاہیے۔ نریندر مودی کو بھی اب خونِ مسلم سے ہاتھ رنگنے اور بغضِ مسلم سے اجتناب کا اعلان کر کے اس روش کو چھوڑنا پڑے گا کہ بھارتی سرزمین پر مسلمان ایک کثیر تعداد میں آباد ہیں اور اس کے پر

امن شہری ہیں۔وہاں مسلمان بے شک اقلیت میں ہوں گے مگر اقلیتوں کے بھی تو حقوق ہوتے ہیں اور انھیں بھی اسی طرح کے حقوق میسر ہونے چاہئیں جس طرح کے حقوق اکثریت کو حاصل ہوتے ہیں۔

اب زمانہ جاہلیت نہیں رہا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق وتقسیم ہی رہے بلکہ انھیں بھی جینے اور زندہ رہنے کے لیے اپنے اپنے دائرہ میں اپنے مذہب اور اپنی روایات کے مطابق ان کو عبادات کا موقع دیا جانا چاہیے۔توقع کی جانی چاہیے کہ نئی بھارتی قیادت اپنی مسلم دشمن انتخابی پالیسی ترک کر کے ایک بڑی مسلم اقلیت کو اپنی سرزمین پر ''جیو اور جینے دو'' سلوگن کے تحت تعلقات خوشگوار رکھے گی۔ان شاءاللہ

....

مہنگائی کا بھوت قابو کیا جائے:

آئے روز مہنگائی میں جس تیز رفتاری سے اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے اور اشیائے خورونوش کی قیمتوں میں آئے روز اضافے کر کے عوام الناس سے جس طرح جینے کا حق چھینا جارہا ہے اسے یکسر ناانصافی اس لیے کہنا جائز ہے کہ حکومت بعض طبقات کو جائز وناجائز مراعات سے نواز کر ناانصافی کی مرتکب ہوتی ہے۔جس طرح دوست ممالک پاکستان کے محکمہ خزانہ کی ''خالی جگہیں'' پر کر رہے ہیں۔اربوں کھربوں ڈالرز اور ریالوں کا ہُن برسا رہے ہیں۔چین اور ترکی کے تعاون سے میٹرو بس اور میٹرو ٹرینوں کے منصوبوں کو جس طرح ترقی کہا جارہا ہے عوام بھی مہنگائی میں کمی کی خوش خبریاں سننے کے انتظار میں رہتے ہیں۔انھیں کاروبار زندگی برقرار رکھنے کے لیے روزگار کے لیے بھی آسان و عام فہم طریقے بتائے جانے چاہئیں۔ابھی گزشتہ دنوں حکومت کی اقتصادی کمیٹی نے دو ارب روپے کی خطیر رقم سے رمضان المبارک پیکج کی منظوری دی ہے۔اس پیکج کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں آٹا، چینی، مشروبات، چائے، گھی و دیگر اشیائے خورونوش سستی فراہم کی جائیں گی۔دیکھا جائے تو صرف رمضان المبارک سے پہلے پہلے اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بڑھائی جارہی ہیں اور جب رمضان المبارک میں ایک ہفتہ یا چند دن باقی رہتے ہوں تو پھر سستے رمضان بازار اور سستے آٹے کے ٹرک نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔جان کی امان ملے تو عرض کرنے کی اجازت دی جائے کہ پاکستان میں سب مسلمان ہی نہیں رہتے اور نہ ہی سب مسلمان رمضان المبارک میں اشیائے خورونوش استعمال کرتے ہیں۔بلکہ یہاں ہندو۔عیسائی اور سکھ بھی مقیم ہیں۔اور اسی طرح دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں۔اگر حکومت سارا سال ہی یعنی بارہ مہینے ہی اشیائے خورو نوش کی قیمتوں میں خاطر خواہ کمی رکھے تو غریب اپنا پیٹ تو آسانی سے بھر سکتا ہے یہ فلور ملز، شوگر ملز اور کھاد ملیں غریب عوام کی ملکیت تھوڑی ہیں کہ جن کی مصنوعات کی قیمتیں عوام مقرر کرتے ہیں؟ سرمایہ دارانہ ریت یہی ہے کہ غریبوں کے چولھوں کو جلتے رہنے میں یہ امراء وروٴساء ہی آڑے آتے ہیں۔اگر حکومت انھیں کنٹرول کرے تو بھی عوامی مسائل میں کمی ہو جائے گی۔

ہماری حکومت سے دردمندانہ درخواست ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو اقتدار سے نوازا ہے اور آپ کو اختیار بھی دیا ہے تو آپ سفری سہولیات کے ساتھ ساتھ عوام کے جینے کی ضروریات کا خیال بھی رکھیں انھیں گوشت، چاول، دودھ، چینی وغیرہ سستے داموں فراہم کرنے کا بندوبست دائمی ہونا چاہیے۔

دہشت گردی ختم کی جائے:

طاغوتی طاقتوں نے دنیا میں خونِ مسلم بہانے کا جو ناپاک منصوبہ بنا رکھا ہے اور مسلم اُمہ کے اتحاد و اتفاق میں رخنے ڈالنے کی جو سازشیں کی جارہی ہیں وہ عالمی سیاست پر نظر رکھنے والوں پر کچھ مخفی نہیں۔آئے روز مسلم ممالک میں برپا کی جانے والی دہشت گردانہ کارروائیوں کا وتیرہ عالمی امن اور استحکام کے لیے شدید خطرات کا باعث ہے۔مسلم ممالک کے سربراہان کو چاہیے کہ وہ اغیار کی لڑائی کو اپنے صحن سے نکال باہر کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیں کیوں کہ کچھ ناہنجار ذہنوں کی جہالت کے باعث اور کچھ اغیار اپنوں کا بھیس بدل کر اپنے ہی عسا کر اور اپنے ملک کی تنصیبات کو نشانہ بنائے رکھنے کی تخریب کاریاں کرتے رہتے ہیں جو قابل مذمت ہیں۔گمراہ فریق عقل کے ناخن لیں اور مسلم اُمہ کے درد کو سمجھیں۔اور ایسے راستوں کو ترک کر کے اپنے ان غیر مستحسن اقدامات کو صراط مستقیم کی طرف موڑ لیں تاکہ امن وآشتی کا دور دورہ ہو جائے۔

درس قرآن

قسط نمبر ۵۵

تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ اُنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیر سوچی۔ ''کید'' کے معنی خفیہ تدبیر، خفیہ چال کے ہیں۔ یہ لفظ اچھے معنٰی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور برے معنٰی میں بھی، مگر عموماً برے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ تدبیر آگ میں جلانے کی تھی۔ اُنھوں نے انھیں آگ میں پھینک دیا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت ورحمت سے آگ کو ان کے لیے سرد اور سلامتی والا بنا دیا اور دشمنوں کو نیچا کر دیا۔ یہاں ان کے لیے ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ فرمایا گیا ہے۔ جب کہ سورۃ الانبیاء (آیت:۷۰) میں ہے:

﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ﴾

''ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والا کر دیا۔''

اس میں اشارہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سرفراز ہوئے اور ان کے دشمن سرنگوں اور ذلیل ورسوا ہوئے۔ صرف دنیا میں ہی وہ رسوا نہیں ہوئے آخرت میں بھی رسوا ہوں گے اور ان کا مال ومتاع اور ان کے گروہ کا کوئی فرد ان کے کام نہیں آئے گا ان کی جلائی ہوئی آگ تو ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی جب کہ آخرت میں جو آگ ان کا مقدر بنے گی، وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں:

❁.....﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾[البقرة: ٢٤]

''اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

❁..... ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾[الاسراء:٩٧]

''جب کبھی بجھنے لگے گی ہم ان پر بھڑکا نا زیادہ کر دیں گے۔''

چنانچہ سلامتی کا وہاں کوئی تصور نہیں ہوگا:

﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾[الفرقان:٦٦]

''بے شک وہ ٹھہرنے اور اقامت کی بری جگہ ہوگی۔''

اس لیے سراسر خسارہ ان کا مقدر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام تو یہاں سرخ رو ہوئے اور قیامت میں بھی کامیابی ان کا نصیب بنے گی۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے اور ان کی قوم سرعام رسوا ہوئی اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ابراہیمی مشن کے علَم بردار ہیں وہ بھی ایک روز کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔ اور آپ کے مخالفین سرنگوں اور نامرادی پائیں گے۔

پرویزی انحراف:

یہاں یہ بھی بات ملحوظ خاطر رہے کہ غلام احمد پرویز نے لکھا ہے:

''یہاں ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ کہا ہے۔ یعنی اُنھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف اس منصوبے کا ارادہ کیا تھا، سچ مچ انھیں آگ کی بھٹی میں نہیں ڈال دیا تھا، وہ ابھی اپنی تدبیروں ہی میں لگے ہوئے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام سے ہجرت فرما کر دوسری جگہ تشریف لے گئے۔''

(جوئے نور، ص:۱۲۲)

مگر ان کی یہ تعبیر ادھوری ہے۔ یوں نہیں کہ قومِ ابراہیم منصوبے ہی بناتی رہی اور وہ وہاں سے ہجرت کر گئے۔ بلکہ سورۃ الانبیاء میں وضاحت ہے کہ اُنھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو جلا دینے کا فیصلہ کیا۔ اور انھیں آگ میں جھونک دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا:

﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ٥ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ٥﴾[الانبياء:٦٨، ٦٩]

''اُنھوں نے کہا: اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔''

یہاں ﴿ حَرِّقُوْهُ ﴾ اور سورۃ الصافات میں ﴿ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴾ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ اُنھوں نے اسے آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس کے مطابق واقعتاً ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

﴿فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ﴾[العنکبوت: ٢٤]

''تو اللہ نے اسے آگ سے بچالیا۔''

معجزات کے انکار نے پرویز کو قرآن مجید میں ان آیات سے اعراض اور پورے واقعے سے اغماض پر مجبور کیا۔ حالانکہ وہ ''جوئے نور'' لکھنے سے پہلے تسلیم کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ لکھتے ہیں:

''سورت انبیاء کی آیات مندرجہ صدر میں ایک درمیانی کڑی ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرشمہ رحمت سے آپ کو آگ کی ہلاکت سے محفوظ رکھا۔''

(معارف القران: ٣/ ٢٧)

بلکہ معجزے کو تسلیم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

''کس کا جلنا اور کس کا جلانا، یہ تو ایک آزمائش تھی جس سے ایمانِ ابراہیمی کندن بن کر نکلا، تنہا عقل کے دائرے میں آج بھی یہ بات سما نہیں سکتی کہ آگ کی تاثیر حرارت کس طرح برودت میں تبدیل ہو سکتی ہے لیکن خدا کی حکومت وجبروت کی حدود ایک سائنسدان کے معمل (Labortary) کی چاردیواری میں گھر کر نہیں رہ سکتیں، اس کی وسعتیں، حدود و فراموش اور اس کو پہنا، یہاں قیود سے نا آشنا ہیں۔ جس کے قانون مشیت نے آگ میں حرارت کا اثر پیدا کیا، اس کا ایک ادنیٰ سا اشارہ اس کا اثر سلب بھی کر سکتا ہے۔'' (معارف القرآن: ٣/ ٢٧)

اس کے لیے مزید ملاحظہ ہو پروفیسر محمد دین قاسمی صاحب کی کتاب ''تفسیر مطالب الفرقان کا علمی و تحقیقی جائزہ'': ٢/ ١٢٦-١٣٠

ایک تاریخی واقعہ:

علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ ہی کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کا ایک شعر یہ بھی تھا۔

وردت نار الخليل مستترا
في صلبه انت كيف يحترق

(الخصائص الكبرىٰ: ١/ ٩٧)

''آپ ﷺ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ میں پوشیدہ طور پر وارد تھے، جس کی پشت میں آپ موجود ہوں اس کو آگ کیسے جلا سکتی ہے۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان اشعار کو طبرانی اور مستدرک حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ مگر طبرانی (٤/ ١٢٥٢) اور حاکم (٣/ ٣٢٧) میں یہ شعر نہیں ہے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (٥/ ٢٦٧، ٢٦٩) میں اسے امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے جسے حافظ ابن کثیر نے بہ حوالہ بیہقی البدایہ (٥/ ٢٧، ٢٨) میں نقل کیا ہے۔ مگر ان میں بھی یہ شعر نہیں ہے۔ بلکہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے ابو السکین زکریا بن یحییٰ الطائی کے ایک ''جزء'' میں یہ قصیدہ ہے اور غالباً اسی سے اُنھوں نے البدایہ (٢/ ٢٥٨) میں اسے ذکر کیا ہے مگر اس میں بھی یہ شعر نہیں ہے۔ البتہ علامہ قسطلانی وغیرہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

بعض نے ان اشعار میں مزید اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح المواہب (٣/ ٨٤، ٨٥) میں فرمایا ہے۔ اور

ان کے وضعی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔علامہ ہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے یہی اشعار ذکر کر کے فرمایا ہے:

"فيه من لم اعرفهم ." (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۸)

''ان میں سے ایسے راوی ہیں جنھیں میں نہیں پہچانتا۔''

علامہ ذہبی نے بھی السیرۃ (۲/۱۰۳) میں فرمایا ہے کہ امام حاکم نے تو کہا ہے: بدوی راوی اپنے آباء سے اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں اور ایسے راوی وضع کا ارتکاب نہیں کرتے۔مگر یہ بدوی راوی غیر معروف ہیں۔وہ بدوی راوی زحر بن حصین ہے اور وہ اپنے دادا حمید بن منہب سے روایت کرتا ہے اور ان دونوں کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔زحر بن حصین سے یہ قصہ زکریا بن یحیٰ بن عمر بیان کرتے ہیں امام احاکم ہی نے امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ وہ ''لیس بالقوی'' ہے اور ایسی روایات بیان کرتا ہے جو روشن نہیں۔

(تہذیب:۳/۳۳۸)

اس میں بھی غالباً اشارہ ہے کہ وہ مجاہیل سے روایت کرتا ہے۔ اس لیے ایسی مجہول سند سے مروی روایت قابل اعتبار نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس شعر کا وجود بھی بجائے خود بحث طلب ہے اور رنگ آمیزی پیدا کرنے والوں نے اس میں اضافے بھی کیے ہیں۔اور بعض اشعار میں تو معنوی نکارت بالکل عیاں ہے۔



درسِ قرآن کریم

جامع مسجد قباء بھلوال ضلع سرگودھا میں ۳۰ مئی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب مولانا رضوان کوثر مدیر قباء اکیڈمی درس قرآن دیں گے۔(ڈاکٹر فیض الرحمٰن، خادم مسجد ہذا)



تعلیم وتربیت

قسط نمبر ③ آخری

نفسانی خواہشات سے نجات کے ذرائع

افادات: امام ابن القیم رحمہ اللہ ترجمہ وترتیب: عبدالہادی عبدالخالق مدنی

۴۰۔توحید کی ضد:

توحید اور نفسانی خواہش کا اتباع ایک دوسرے کی ضد ہیں۔نفسانی خواہش ایک بت ہے اور ہر خواہش پرست کے دل میں اس کی خواہش کے مطابق بت موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اسی لیے بھیجا کہ وہ بتوں کو توڑیں اور ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا غلغلہ بلند کریں۔اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ جسمانی اور ظاہری بتوں کو تو توڑ دیا جائے اور دلوں کے بتوں کو چھوڑ دیا جائے بلکہ دلوں کا بت ہی سب سے پہلے توڑنا ہے۔

حسن بن علی مطوعی کا قول ہے: ہر انسان کا بت اس کی نفسانی خواہش ہے، جس نے خواہشات کی مخالفت کر کے اس بت کو توڑ دیا وہی جوان کہلانے کا مستحق ہے۔ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو بات کہی تھی ذرا اس پر غور کیجیے، فرمایا:

﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾

[الانبياء: ٥٢]

''یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو؟''

ان کی بات ان بتوں پر کس قدر فٹ آتی ہے جنھیں خواہشات کی شکل میں انسان دل میں بٹھائے ہوتا ہے، ان میں منہمک رہتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا o اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا o﴾

[الفرقان: ٤٣، ٤٤]

''کیا آپ نے اسے دیکھا ہے جو اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے، کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں، وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔''

۴۱۔بیماریوں کی جڑ:

خواہش کی مخالفت سے دل اور بدن کی بیماریاں ختم ہوتی ہیں۔جہاں تک دل کی بیماریوں کا معاملہ ہے تو وہ ساری کی ساری خواہش پرستی ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اگر آپ تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ بیشتر جسمانی بیماریوں کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ کسی چیز کے چھوڑ دینے کے عقلی فیصلے پر خواہش نفس کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۴۲۔عداوتوں کی بنیاد:

لوگوں کی آپسی عداوت اور شر وحسد کی بنیاد خواہش پرستی ہے۔جو شخص خواہش پرستی سے دور ہوتا ہے وہ اپنے قلب وجگر اور جسم واعضاء کو راحت پہنچاتا ہے۔خود بھی آرام میں ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے آرام ہوتا ہے۔

ابوبکر وراق کا قول ہے: جب خواہش غالب آتی ہے دل کو تاریک کر دیتی ہے۔جب دل تاریک ہوتا ہے سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔جب سینہ تنگ ہو جاتا ہے اخلاق برے ہو جاتے ہیں۔جب اخلاق برے ہو جاتے ہیں تو مخلوق اسے ناپسند کرنے لگتی ہے اور وہ بھی دوسروں کو ناپسند کرنے لگتا ہے اور جب نوبت اس باہمی بغض وعداوت تک پہنچ جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں انتہائی شر وفساد اور ترک حقوق وغیرہ جیسی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

٤٣۔ایک ہی فاتح:

اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں پیدا فرمائی ہیں۔ایک خواہش اور دوسری عقل۔ان دونوں میں سے جب ایک قوت نمایاں ہوتی ہے تو دوسری قوت چھپ جاتی ہے۔

ابوعلی ثقفی کا قول ہے: جس پر خواہش کا غلبہ ہوتا ہے اس کی عقل چھپ جاتی ہے۔بھلا اس کا انجام کیا ہوگا جس کی عقل غائب ہو اور بے عقلی ظاہر ہو......!!!

علی بن سہل کا قول ہے: عقل اور خواہش باہم لڑتے ہیں۔توفیق عقل کے ساتھ ہوتی ہے اور محرومی خواہش کے ساتھ۔نفس ان دونوں کے بیچ ہوتا ہے۔ان میں سے جس کی فتح ہوتی ہے نفس اسی کے ساتھ ہوجاتا ہے۔

٤٤۔شیطان کا ہتھیار:

اللہ تعالیٰ نے دل کو اعضاء کا بادشاہ بنایا ہے اور اپنی محبت و معرفت اور عبودیت کا معدن قرار دیا ہے اور دو بادشاہوں، دو لشکروں، دو مددگاروں اور دو ہتھیاروں سے اس کی آزمائش فرمائی ہے۔حق وہدایت اور زہد و تقویٰ ایک بادشاہ ہے جس کے مددگار ملائکہ ہیں، اس کا لشکر اور ہتھیار صدق و اخلاص اور خواہشات سے دوری ہے۔باطل دوسرا بادشاہ ہے، شیاطین اس کے مددگار ہیں، اس کا لشکر اور ہتھیار خواہشات کی اتباع ہے۔نفس ان دونوں لشکروں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے۔دل پر باطل کے لشکر کا حملہ اسی کی جانب اور اسی کی سرحد سے ہوتا ہے۔نفس دل کو مدہوش کرکے اس کے خلاف اس کے دشمنوں سے مل جاتا ہے۔نفس ہی دل کے دشمنوں کو ہتھیار اور سامان رسد پہنچاتا ہے اور قلعہ کا دروازہ ان کے لیے کھول دیتا ہے، چنانچہ دل بے سہارا ہوجاتا ہے اور باطل کی فتح ہوجاتی ہے۔

٤٥۔سب سے بڑا دشمن:

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا شیطان اور خود اس کی اپنی خواہش ہے اور اس کا سب سے بڑا دوست اس کی عقل اور اس کا فرشتہ ہے۔جب انسان اپنے خواہش کی پیروی کرتا ہے اور ہوائے نفس کا اسیر ہوجاتا ہے اور اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع دیتا ہے تو اس کا دوست اور محبوب اس بات کو ناپسند کرتا ہے۔یہی وہ چیز ہے جس سے اللہ کے نبی ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے۔آپ فرماتے:

((اللهم انى اعوذبك من جهد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الأعداء .))

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سخت آزمائش سے اور بدبختی اور بری قضا سے اور دشمنوں کی خوشی سے۔''

٤٦۔آغاز وانجام:

ہر انسان کا ایک آغاز اور ایک انجام ہوتا ہے۔جس کا آغاز خواہشات کی اتباع سے ہوگا اس کا انجام ذلت وحقارت، محرومی اور آزمائش ہوگی۔جس قدر وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلے گا اسی قدر دلی عذاب میں مبتلا رہے گا۔کسی بھی بدحال شخص پر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا آغاز یہ تھا کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا رہا اور اپنی عقل پر اسے ترجیح دیتا رہا۔اس کے برخلاف جس شخص کی ابتدا اپنی خواہشات کی مخالفت اور اپنی سوجھ بوجھ کی اطاعت سے ہوگی اس کا انجام عز وشرف، جاہ واقتدار اور مال و دولت ہوگا۔لوگوں کے نزدیک بھی اور اللہ کے نزدیک بھی ہر جگہ اس کا ایک مقام ہوگا۔

ابوعلی دقاق کا قول ہے کہ جو اپنی جوانی میں اپنی خواہشات پر قابو رکھتا ہے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرماتا ہے۔

مہلب بن ابی صفرۃ سے پوچھا گیا کہ آپ اس مقام پر کس طرح پہنچے؟ فرمایا: ہوش وخرد کی اطاعت کرکے اور خواہشات کی نافرمانی کرکے۔

یہ تو دنیا کا آغاز وانجام ہے۔آخرت کا بھی یہی معاملہ ہے کہ خواہش کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی ہے اور اس کے پیچھے چلنے والوں کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔

۴۷۔ پاؤں کی بیڑیاں:

نفسانی خواہشات دل کی غلامی، گلے کا طوق اور پاؤں کی بیڑیاں ہیں۔ خواہش پرست ہر بدکردار کا غلام ہوتا ہے۔ لیکن خواہش کی مخالفت کرتے ہی وہ اس کی غلامی سے نکل کر آزاد ہو جاتا ہے، گلے کا طوق اور پاؤں کی بیڑیاں نکال پھینکتا ہے۔

۴۸۔ لید کے بدلے موتی:

خواہش کی مخالفت بندے کو اس مقام پر لا کھڑا کرتی ہے کہ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری فرماتا ہے۔ خواہشات کی جتنی لذت سے وہ محروم رہتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہوتی ہے جس نے جانور کی لید سے اعراض کیا تو اس کے بدلے اسے موتی سے نوازا گیا۔

خواہش پرست اپنی خواہشات سے اتنی لذت نہیں پاتا جتنی وہ دنیاوی اور اخروی مصلحتیں اور زندگی کی خوش گواریاں فوت کر دیتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جب اپنے آپ کو حرام سے بچایا تو قید سے نکلنے کے بعد ان کا دست و بازو، زبان اور نفس و قدم جس قدر آزاد تھے، غور کرنے کی چیز ہے۔

عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں: میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے کہا: اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اُنھوں نے کہا: جوں ہی مجھے لحد میں رکھا گیا مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ہلکا حساب لیا۔ پھر جنت کی طرف لے جانے کا حکم فرمایا۔ ایک دن جب کہ میں جنت کے درختوں اور نہروں کے درمیان گھوم رہا تھا، نہ کوئی آہٹ تھی نہ حرکت، اچانک میں نے ایک شخص کو سنا جو میرا نام لے کر پکار رہا تھا، سفیان بن سعید! تمھیں وہ دن یاد ہے جب تم نے اپنی خواہش کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دی تھی۔ میں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم۔ پھر ہر طرف سے مجھ پر پھول برسنے لگے۔

۴۹۔ مقامِ عزت:

خواہش کی مخالفت دنیا و آخرت کے شرف کا باعث اور ظاہر و باطن کی عزت کا موجب ہے اور اس کی موافقت دنیا و آخرت کی پستی اور ظاہر و باطن کی ذلت کا باعث ہے۔ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک ہموار زمین پر اکٹھا فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: آج محشر والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے؟ متقی کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ سب مقامِ عزت کی طرف چل پڑیں گے۔ خواہشات کی اتباع کرنے والے سروں کو جھکائے ہوئے خواہشات کی گرمی، اس کے پسینے اور اس کی تکلیفوں میں پریشان ہوں گے جب کہ متقی عرش کے سائے میں ہوں گے۔

۵۰عرشِ الٰہی کا سایہ:

اگر آپ ان سات لوگوں کے بارے میں غور کریں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا جب اس کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کو عرش کا سایہ خواہشات کی مخالفت کی بنا پر حاصل ہوا ہے۔

ایک حاکم جو مضبوط اقتدار اور مستحکم سلطنت کا مالک ہو، اپنی خواہشات کی مخالفت کیے بغیر عدل نہیں کر سکتا۔ ایک جوان خواہشات کی مخالفت کے بغیر اپنی جوانی کے جذبات پر عبادت الٰہی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ ایک مسلمان لذت گاہوں کی طرف جانے پر آمادہ کرنے والی خواہشات کی مخالفت کے بغیر اپنا دل مساجد میں معلق نہیں رکھ سکتا۔ ایک صدقہ دہندہ اگر اپنی خواہشات پر غالب نہ ہو تو اپنا صدقہ بائیں ہاتھ سے نہیں چھپا سکتا۔ ایک مرد اپنی خواہشات کی مخالفت کے بغیر کسی خوب صورت اور صاحب منصب عورت کے بلانے پر اللہ عزوجل سے ڈر کر اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ ایک مسلمان اپنی خواہشات کی مخالفت کر کے ہی تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اللہ کے خوف سے

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔

یہ سب کچھ خواہشات کی مخالفت کی بنا پر ہی ہوسکتا ہے لہٰذا ایسے لوگوں پر قیامت کے دن کی گرمی ،شدت اور پسینے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس کے برعکس خواہش پرست انتہائی گرمی اور پسینے میں شرابور ہوں گے اور خواہشات کے قید خانے میں داخل ہونے کا انتظار کررہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اپنے نفس امارہ کی خواہشات سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہماری خواہشات کو اپنی محبت و رضا کے تابع بنادے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی دعائیں سنتا ہے۔

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا وسلم .



حاجی عبدالعلیم خان (چونیاں) کی رحلت

معروف سماجی شخصیت حاجی عبدالعلیم خان آف چونیاں ضلع قصور ۲۴مئی ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ بہ عمر ۸۰ برس قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم چونیاں ضلع قصور کی معروف سیاسی و سماجی شخصیت تھے۔ اُنھوں نے اسلامیہ ہائی سکول چونیاں کی بنیاد رکھی۔قیام پاکستان کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لیے دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں پڑھنا شروع کیا۔یہاں اُنھوں نے اس وقت کے اساتذہ سے استفادہ کیا۔

ان کی نماز جنازہ ڈاکٹر عبدالغفار حلیم صاحب آف چونیاں نے پڑھائی ۔ جنازے میں تمام مکاتب فکر کے عوام الناس و احباب جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

احباب وقارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

باسط حلیم خان، چونیاں، موبائل: 0300-4120476

ایک نظر ادھر بھی

کمر توڑ مہنگائی نے اچھے بھلے افراد اور باوسائل اداروں کی چیخیں نکال دی ہیں۔دارالدعوۃ السّلفیہ......جس کے تحت ہفت روزہ ’’الاعتصام‘‘ ، مدرسہ مصباح القرآن ،محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری ، المجلس العلمی السّلفی اور محمدی مسجد اہل حدیث...... پانچ ادارے مصروف عمل ہیں۔’’دارالدعوۃ‘‘ رحمت باری تعالیٰ سے شرابور، احباب کی محبت سے فیض یاب لیکن کم وسیلہ ادارہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل بے پایاں اور احباب کی بے کراں محبت سے خدمتِ دین الٰہی میں رواں دواں ہے۔کئی سال سے رمضان المبارک سے دو ماہ قبل ہی اس کا توشہ بھی...... اخراجات کی رقم سے......خالی ہوجاتا ہے۔ادارہ امسال بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے۔سمجھ نہیں آتا کہ احباب سے کیا کہیں اور کس طرح کہیں؟

اُمید ہے کہ احباب گرامی تھوڑے لکھے کو یقیناً زیادہ جان لیں گے۔

والسلام مع الاکرام (مولانا) ابوبکر صدیق السّلفی (صدر) (حافظ) احمد شاکر (ناظم)

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ۲ آخری

کیا نبی ﷺ کا سایہ نہیں تھا؟

عامۃ الناس میں پھیلے ہوئے ایک غلط نظریے کی روشن دلائل سے پرزور تردید

(مولانا) عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ (مدرس مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث، جھنگ صدر)

امہات المومنین زینب اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی:

اب آپ ﷺ کے سائے کے بارے میں ام المومنین کی گواہی بھی سن لیجیے۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ سینے کے بل بیٹھ گیا اور اُٹھ نہ سکا۔آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم اپنا اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو۔زینب رضی اللہ عنہا نے سخت الفاظ میں انکار کر دیا۔اس بات کی وجہ سے آپ ﷺ اس سے ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ اور محرم یا تین ماہ اس (زینب رضی اللہ عنہا) کے پاس نہیں آئے۔ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کا سایہ دیکھا۔(مسند احمد:۶/۱۳۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتی ہیں:

''فرأت ظله فقالت ان هذا لظل رجل وما يدخل علي النبى ﷺ فمن هذا؟ فدخل ﷺ .''(مسند احمد: ٦/ ٣٣٨)

''اُنھوں نے آپ ﷺ کا سایہ دیکھا تو (دل میں) کہا کہ یہ مرد کا سایہ ہے رسول اللہ ﷺ تو میرے پاس آتے نہیں یہ کون ہوسکتا ہے؟ اسی وقت رسول اللہ ﷺ اندر آ گئے۔''

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شہادت اتنی واضح دلیل ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔یہ نوری مخلوق کا سایہ نہیں تھا کیوں کہ وہ تو نظر ہی نہیں آتا۔کیا نبی ﷺ کی بیوی کی بات تسلیم کریں یا چودہ سو سال بعد آنے والے کسی شخص کی گواہی مانیں؟ کسی مستند حوالے سے ثابت نہیں ہوسکا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔

آپ ﷺ کے سایہ کے ثبوت پر ایک اور دلیل:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) نے کہا:

''حدثنا بحر بن نصر بن سابق الخولاني نا ابن وهب حدثني معاوية بن صالح عن عيسى بن عاصم عن زربن حبيش عن أنس بن مالك قال: صلينا مع رسول الله ﷺ صلاة الصبح قال: فبينما هو في الصلاة مد يده ثم أخرها فلما فرغ من الصلاة قلنا : يا رسول الله ﷺ! صنعت في صلاتك هذه مالم تصنع في صلاة قبلها؟ قال:((إني رأيت الجنة قد عرضت علي ورأيت فيها قطوفها دانية حبها كالدباء فأردت أن اتناول منها فأوحى إليها أن استأخرى فاستأخرت ثم عرضت علي النار بيني و بينكم حتى رأيت ظلي وظلكم فأومأت إليكم أن استاخروا فأوحى إلي أن اقرهم فإنك أسلمت وأسلموا وهاجرت وهاجروا وجاهدت وجاهدوا فلم أرلي عليهم فضلًا إلا بالنبوة .))''

(صحيح ابن خزيمة: ٢/ ٥٠ ، ٥١ . واسناده صحيح . مستدرك حاكم : ٤/ ٤٥٦)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو دس سال تک آپ ﷺ کے خادم رہے) فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر پیچھے ہٹالیا۔ ہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھ پر جنت پیش کی گئی تھی میں نے اونچے درخت دیکھے جن کے گچھے نیچے لٹک رہے تھے، میں نے کچھ لینے کا ارادہ کیا تو وحی آئی کہ پیچھے ہٹ جاؤ تو میں پیچھے ہٹ گیا اور مجھ پر جہنم بھی پیش کی گئی جو میرے اور تمھارے درمیان میں تھی یہاں تک کہ میں نے اپنا اور تمھارا سایہ اس آگ کی روشنی میں دیکھا پس میں نے تمھیں اشارہ کیا تھا کہ پیچھے ہٹ جاؤ فوراً میری طرف وحی آئی کہ ان کو ان کی جگہ پر رہنے دو......الخ۔''

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے ماہ نامہ شہادت اسلام آباد (دسمبر ۲۰۰۰ء، ص:۴۱) میں محدث عصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے شائع ہونے والے مضمون کو ملاحظہ فرمایئے۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ دورِ حاضر کے ممتاز محقق، وسیع المطالعہ عالم اور علوم حدیث کے شناور تھے۔ اللہ تعالیٰ محدث موصوف رحمہ اللہ کو جزائے خیر دے اور ان پر اپنی رحمت فرمائے۔ اُنھوں نے بھی مذکورہ دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح محدث علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی حدیثِ انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(تعليق على صحيح ابن خزيمة:٢/ ٥٠)

بشریت کا اعتراف:

مفتی احمد یار گجراتی بریلوی اور مولوی امجد علی بریلوی صاحبان نے بھی بشریت رسول کا اعتراف کیا ہے۔ نبی ﷺ کے سایہ کے ثبوت کے لیے الگ سے دلیل دینے کی ضرورت تو نہ تھی کیوں کہ منکرین سایہ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں لکھتے ہیں:

''ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔'' (جاء الحق:۱۶۱)

اور بریلویوں کی مشہور کتاب بہارِ شریعت میں لکھا ہے:

''عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو۔

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد (تھے) نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ عورت۔''

(بہارِ شریعت: ۱/ ۱۷۔ از مولوی امجد علی بریلوی)

اس لیے جب بشریت ثابت ہے تو بشریت کو سایہ لازم ہے۔ اور نور کے لیے بھی سایہ ثابت ہے، جسے معجزے نہیں کہا جا سکتا۔

سایہ کے ثبوت میں ایک اور روایت:

رسول اللہ ﷺ کے سایہ کے ثبوت میں ایک اور روایت بھی مروی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میری دو مثل ہو گیا۔ (مجمع الزوائد: ۱/ ۳۰۳)

یہ حدیث سابقہ دو احادیث کی تائید میں ذکر کی گئی ہے۔

ہر مخلوق چیز کا سایہ ہوتا ہے:

قرآن سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر سجدہ کرنے والی چیز کا سایہ ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ﴾ [النحل: ٤٨]

''کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے ان کے سائے دائیں اور بائیں جانب اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں اور وہ عاجزی کرتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ﴾ [الرعد: ١٥]

''اللہ ہی کے لیے زمین اور آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح وشام۔''

تخلیق نبی ﷺ کے متعلق احمد رضا خان صاحب بریلوی کا بیان:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتاویٰ افریقہ (ص:۸۲) میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((ما من مولود الا وفی سرته من التربة التی خلق منها حتی یدفن فیها وانا و ابو بکر و عمر خلقنا من تربة واحدة فیها ندفن.))

''ہر بچے کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہے یہاں تک کہ مرنے کے بعد اسی میں دفن ہوگا۔ چنانچہ میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور ہم اسی جگہ دفن ہوں گے۔''

قارئین کرام! دیکھ لیجیے سایۂ رسول ﷺ کا انکار کرنے والوں کے اعلیٰ حضرت نے تینوں (یعنی رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ بات ظاہر کی ہے کہ وہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ مٹی سے پیدا ہونے والے کا سایہ ضرور دکھائی دیتا ہے۔ بریلوی صاحب کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی تخلیق مٹی سے ہوئی، نہ کہ نور سے۔

یہ حدیث اگرچہ غیر ثابت ہے جیسا کہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن سہل بن ہارون رازی ضعیف ہے۔ (میزان: ۴/۲۰۶، المغنی فی الضعفاء: ۲/۶۸۳، لسان المیزان: ۶/۱۲۰) لیکن اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ منکرین سایہ رسول کے اعلیٰ حضرت صاحب کا قلم بشریت رسول کا اعتراف کر رہا ہے۔ اور ہمارے لیے تو قرآن اور صحیح حدیث کے دلائل ہی کافی ہیں۔

پھر سوچنے کی بات ہے کہ نبی ﷺ ایک جثہ رکھتے تھے اور ہر جثہ رکھنے والی چیز کا سایہ دکھائی دیتا ہے۔ آپ ﷺ لباس بھی زیب تن فرماتے تھے، کیا اس کا بھی سایہ نہیں تھا؟

ایک موضوع روایت اور بعض غیر معتبر کتابیں:

یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ جب ایک مسئلہ کتاب وسنت کے قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت ہو جائے تو وہی واقعہ کے عین مطابق ہوتا ہے، وہی حق ہوتا ہے، اس کے خلاف مشہور ہونے والا مسئلہ غلط ہوتا ہے۔ اہل بدعت کی عادت ہے اور جھوٹے راویوں کی کوشش رہی ہے کہ کتاب وسنت کے واضح دلائل کے مقابلے میں اپنی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دی جائیں۔ لیکن محدثین کرام نے لوگوں کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا۔ عامة الناس میں اکثریت علمی شد بد سے بے بہرہ ہوتی ہے۔ وہ صحیح اور من گھڑت روایت کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے، چنانچہ وہ کسی کی بھی باتوں میں پھنس کر ان سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور ان کے غلط نظریات کو اپنا لیتے ہیں۔ پیش نظر مسئلے میں بھی کئی روایات وضع کی گئی ہیں اور ان کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کر دی گئی ہے۔ قارئین ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ جتنی روایات بھی مسئلہ ظل نبی ﷺ کے خلاف پیش کی جاتی ہیں وہ سب کی سب غیر ثابت ہیں۔ اور عموماً کتاب ''نوادر الاصول'' سے بیان کی جاتی ہیں۔

چنانچہ ایک ایسی ہی روایت بڑے شد و مد کے ساتھ پیش جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیے، علامہ سیوطی رقم طراز ہیں:

"اخرج الحکیم الترمذي عن ذکوان ان رسول الله (ﷺ) لم یکن یری له ظل في شمس ولا قمر."

(الخصائص الکبری: ۱/ ۱۶۹)

''حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔''

اولاً: یہ روایت جس حوالے سے نقل کی گئی ہے، اس کتاب میں نہیں ملی۔ ثانیاً: یہ کتاب بالکل غیر معتبر ہے۔ اس کے مصنف حکیم

ترمذی صوفی نے بھی ساری روایات کو معتبر سمجھ کر اس میں درج نہیں کیا، جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''بستان المحدثین'' میں اس کا تعارف لکھا ہے ۔ ہم آئندہ صفحات میں اس کے متعلق کچھ معلومات نذر قارئین کریں گے، ان شاءاللہ۔

سچ فرمایا ہے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے:

"الاسناد من الدين ولولا الا سناد لقال من شاء ماشاء ." (مقدمه صحيح مسلم: ۳۲)

''سند بھی دین کا ایک حصہ ہے اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی جو بات بھی کہنا چاہتا کہہ دیتا۔''

یعنی جھوٹ نبی ﷺ پر ذمہ لگا دیا جاتا تو کسی کو بھی پتا نہ چلتا، اب سند کی وجہ سے جھوٹ اور سچ کا امتیاز ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سائے کا انکار کرنے والے ایک بہت بڑا جھوٹ بولتے ہوئے اور عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہوئے اس طرح کا دعویٰ کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں:

''دورِ نبوت سے لے کر آج تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے کرام وعلماء حضرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا جسم بے سایہ تھا۔''

(قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام از احمد رضا خان بریلوی کا ''عرض ناشر''، ص:۲)

پھر اس سے بڑھ کر یہ جھوٹا دعویٰ بھی کر جاتے ہیں کہ ''احادیث صحیحہ، اقوالِ صحابہ وتابعین سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں تھا اور نہ ہی چاند کی۔'' (قمر التمام کا مقدمہ، ص:۳)

پھر ان کے اصحاب جبہ و دستار خطیب بڑے سُر اور ترنم کے ساتھ مذکورہ بالا غیر ثابت، موضوع اور من گھڑت روایت ایک غیر معتبر مصنف صوفی محمد بن علی (جو حکیم ترمذی کے نام سے مشہور ہیں) کے حوالے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ۔ اور اس میں وہ سیوطی کی کتاب خصائصِ کبریٰ کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیوطی نے حکیم ترمذی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ہم نے حکیم ترمذی کی مشہور کتاب ''نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول'' میں یہ روایت تلاش کی ہے مگر تلاش بسیار کے باوجود اس میں یہ روایت ہمیں نہیں مل سکی۔ بالفرض اگر یہ روایت اس کتاب میں مل بھی جائے تو پھر بھی محض اس وجہ سے قابلِ حجت اور قابل اعتبار قطعاً نہیں بن سکتی کیوں کہ یہ روایت غیر معتبر اور غیر ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح احادیث کے خلاف بھی ہے۔

نوٹ: اس جگہ یہ بات بھی بہ خوبی یاد رہے کہ حکیم ترمذی سے مراد مشہور حافظ الحدیث اور محدث امام ترمذی نہیں کیوں کہ ان کا نام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ہے ان کی وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی ہے۔ جب کہ حکیم ترمذی کا نام ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسین ہے اور ان کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے۔

مذکورہ روایت کی سند؟

منکرینِ سایہ رسول ﷺ اس جھوٹی روایت کو بیان کرتے وقت سیوطی کا نام بہت لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام سیوطی (م۹۱۱ھ) نے اسے خصائص کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔لیکن آپ حضرات یہ بات یاد رکھیں کہ سیوطی نے اسے اپنی کتاب خصائص میں دو جگہ پر ذکر کیا ہے، ایک جگہ (۱/ ۱۶۹) حکیم ترمذی سے آگے اس کی سند ذکر نہیں کی ، جب کہ دوسری جگہ پر اس کی کچھ سند ذکر کی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے:

"أخرج الحكيم الترمذی من طريق عبدالرحمان بن قيس الزعفرانی عن عبدالملك بن عبدالله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله (ﷺ) لم يكن يرى له ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة ."

(الخصائص الكبرى: ۱/ ۱۷۷ بتحقيق الشيخ خليل هراس)

''حکیم ترمذی نے ''عبد الرحمان بن قیس زعفرانی از عبد الملک بن ولید از ذکوان'' کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں دیکھا جاتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں اور نہ ہی آپ کی قضائے حاجت (بول و براز) کا نشان دیکھا جاتا تھا۔''

باعث حیرت یہ بات ہے کہ ایک طرف تو یہی لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کا پیشاب پی لیا کرتے تھے۔ اور یہ دعویٰ طاہر القادری صاحب نے بھی کیا ہے۔

(ماہ نامہ منہاج القرآن، ص: ۳۸، ۳۹، فروری ۲۰۰۷ء)

جب کہ آپ ﷺ کے سائے کے انکار میں ان کی پیش کردہ دلیل ان کے اس دعویٰ کی تردید کر رہی ہے......!!!

ہم کہتے ہیں کہ ان کی ذکر کردہ یہ روایت سراسر غلط اور متعدد علتوں کی وجہ سے بے اصل ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم اور آپ ﷺ کے سائے کے اثبات میں ان صحیح احادیث نبویہ کے خلاف بھی ہے جو ابھی آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

آیئے اب ہم ان کی طرف سے سائے کے انکار میں پیش کردہ روایت کا محدثانہ اور علمی اُصولوں کے مطابق ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں اور ان علتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت ناقابل اعتبار ہے تاکہ ان کے عوام اور خواص پر حجت قائم ہو سکے اور ان کا عذرِ جہالت ختم ہو جائے، وباللہ التوفیق۔

پہلی علت:

اس کی سند میں موجود عبدالرحمان بن قیس زعفرانی کذاب (انتہائی جھوٹا) اور وضاع (من گھڑت روایتیں بنانے والا) ہے۔ علامہ سیوطی خود اپنی دوسری تالیف میں لکھتے ہیں:

"وأخرج الحكيم الترمذي في نوادر الأصول من طريق عبدالرحمان بن قيس وهو وضاع كذاب عن عبدالملك بن عبدالله بن الرائد وهو مجهول عن ذكوان أن رسول الله ﷺ لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة."

(مناهل الصفافي تخريج أحاديث الشفا، ص: ٤٢)

''حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں عبد الرحمان بن قیس، جو وضاع اور کذاب ہے، از عبدالملک بن عبداللہ بن رائد، جو مجہول ہے......الخ۔''

امام محدث ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ (م ۲۶۴ھ) نے بھی اس عبدالرحمان کو کذاب کہا ہے۔ (الضعفاء لابی زرعۃ الرازي: ۲/۵۰۰)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیسابوری رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) نے اسے متہم بالکذب قرار دیتے ہوئے اس کی خود بنائی ہوئی ایک حدیث کی نشان دہی بھی کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

"من كرامة المؤمن على الله تعالى أن يغفر لمشيعيه. وهذا عندي موضوع ورواه عنه ابو مسعود الأصبهاني وهو ثقة وليس الحمل فيه إلا على عبدالرحمان بن قيس."

(المدخل إلى الصحيح للحاكم، ص: ١٥٥، ١٥٦)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی یہ بھی عزت و کرامت ہے کہ وہ اس کے جنازے کے ساتھ جانے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔'' یہ حدیث میرے (امام حاکم کے) نزدیک موضوع (خود ساختہ) ہے۔''

امام عبدالرحمان بن مہدی رحمہ اللہ نے بھی عبدالرحمان بن قیس کو کذاب کہا ہے۔ امام ابو عبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ نے اسے ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ سندوں کو الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا۔ امام صالح بن محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث خود بنالیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے ترک کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کوئی شے نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے

تقریب التہذیب میں ''متروک'' کہاہے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی محدثین نے اس پر جرح کی ہے ملاحظہ ہوں عام کتب رجال: تہذیب التہذیب ، میزان الاعتدال ولسان المیزان،تہذیب الکمال،وغیرہم۔

دوسری علت:

مذکورہ کذاب راوی زعفرانی کا استاد عبدالملک بن عبداللہ بن ولید مجہول ہے۔اس کا کوئی وجود کتب رجال میں نہیں ملتا،جیسا کہ خود علامہ سیوطی نے بھی لکھاہے۔اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ذكره الحكيم الترمذي في نوادر الأصول عن عبدالرحمان بن قيس وهو مطعون عن عبدالملك بن عبدالله بن الوليد وهو مجهول عن ذكوان أنه كان لاظل لشخصه في شمس ولا قمر لأنه كان نورا."

(شرح الشفاء: ١/ ٧٥٤)

یعنی حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں ذکر کردہ روایت میں عبدالرحمان بن قیس مطعون (مجروح) ہےاور عبدالملک بن عبداللہ بن ولید مجہول ہے۔

تیسری علت:

ذکوان صحابی نہیں ہیں، لہٰذا یہ روایت مرسل ہے اور مرسل جمہور محدثین کے نزدیک مردود ہے ۔ (عام کتبِ اُصول حدیث ، نیز ملاحظہ ہومقدمہ صحیح مسلم،علل صغیراز امام ترمذی)

چوتھی علت:

امام سیوطی رحمہ اللہ نے حکیم ترمذی کی کتاب سے پوری سند نقل نہیں کی،لہٰذا باقی سند کی حالت بھی غیر معروف ہے۔

پانچویں علت:

حکیم ترمذی بذات خود نامعلوم التوثیق ہے کسی بھی محدث نے ان کی توثیق نہیں کی بلکہ بعض محدثین نے ان کے خلاف بہت سخت قسم کی باتیں نقل کی ہیں۔امام عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ المعروف بہ ابن العدیم رحمہ اللہ (م۶۶۰ھ) نے کہاہے:

"لم يكن من اهل الحديث ولا الرواية ولا علم له بطرقه وصناعته وانما كان فيه الكلام على إشارات الصوفية والطرائق ودعوى الكشف عن الأمور الغامضة والحقائق حتى خرج في ذلك عن قاعدة الفقهاء و استحق الطعن عليه بذلك والإزراء وطعن عليه ائمة الفقهاء والصوفية وأخرجوه بذالك عن السيرة المرضية." (اللمحة في الرد على ابن طلحة لابن العديم بحوالہ لسان الميزان لابن حجر: ٥/ ٣٠٩)

یعنی حکیم ترمذی اہل حدیث اور اہل روایت میں سے نہیں تھا اور نہ ہی اسے حدیث کے طرق (اسانید) اور اس کی صناعت (فن) کا کوئی علم تھا اور وہ صوفیوں کے اشارات اور طرق کے بارے میں ہی گفتگو کرتا رہتا تھا اور غامض (نہایت مخفی اُمور) اور حقائق کو کھولنے کا دعویٰ کرتا تھا حتیٰ کہ وہ اس میں فقہاء کے اُصول سے خارج ہوگیا تھا اور اس لائق ہوگیا تھا کہ اس میں طعن کیا جائے اور اسے عیب لگایا جائے۔ اور ائمہ فقہاء اور صوفیوں، دونوں جماعتوں نے اس پر طعن (جرح) کیا ہے اور اس کے اس طرح کے دعوے کرنے کی وجہ سے اُنھوں نے اسے اچھی سیرت و کردار پر ہونے سے خارج قرار دیا ہے۔''

تاج الدین السبکی (م۷۷۱ھ) نے ابوعبدالرحمان سلمی سے نقل کرتے ہوئے کہاہے:

"نفوه من ترمذوأخرجوه منها وشهدوا عليه بالكفر وذلك بسبب تصنيفه كتاب ختم

الولاية وكتاب علل الشريعة وقالوا إنه يقول إن للأولياء خاتما كما أن للأنبياء خاتما وإنه يفضل الولاية على النبوة." (طبقات الشافعية الكبرى للسبكي: ۲/ ۲۴۵، نیز ملاحظہ ہو مقدمہ از محقق نوادرالاصول، ص:۶)

یعنی اُنھوں نے اسے ترمذ شہر سے نکال دیا تھا اور اس کے کفر کی شہادت دی تھی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایک کتاب ''ختم الولایہ'' تصنیف کی تھی اور ایک کتاب ''علل الشریعۃ'' لکھی تھی اور اُنھوں نے کہا کہ بے شک وہ یہ کہا کرتا تھا کہ جس طرح ایک خاتم النبیین ہے اسی طرح ایک خاتم الاولیاء بھی ہوتا ہے اور بے شک ولایت نبوت سے افضل ہے۔'' (اور ظاہر ہے کہ ایسا کلمہ کفریہ ہے)

دوسروں کی کیا بات کی جائے، بہ قول عبدالوہاب شعرانی، خود حکیم ترمذی اپنے بارے میں کہتے ہیں:

"ما صنفت حرفا عن تدبير ولا لينسب إلى شيء من المؤلفات، ولكن كان إذا اشتد علي وقتي أتسلى به." (الطبقات الكبرى للشعراني: ۱/ ۷۸)

''میں نے کوئی لفظ بھی تدبر وتفکر (سوچ وبچار) کرنے کے بعد نہیں لکھا اور نہ ہی میں نے کوئی بات اس لیے لکھی ہے تا کہ میری تصنیف کردہ کتابوں میں سے کوئی بات میری طرف منسوب کی جائے لیکن جب مجھ پر کوئی سخت وقت آتا (کہ مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوتی) تو میں تسلی حاصل کرنے کے لیے اور تسکین کی خاطر کچھ لکھ دیتا۔''

شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنی مشہور کتاب ''بستان المحدثین'' میں لکھتے ہیں کہ ''نوادرالاصول'' کی اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں۔ نیز فرماتے ہیں:

''یقین کیجیے کہ حکیم ترمذی کی کتابوں میں غیر معتبر اور موضوع (من گھڑت) حدیثیں بہت ہیں اور اس کی وجہ حکیم ترمذی نے خود بیان کی ہے، چنانچہ طبقات شعرانی میں ہے کہ حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ میں نے کتاب لکھنے سے پہلے کبھی سوچ و بچار نہیں کیا اور نہ ہی میری غرض یہ تھی کہ میری لکھی ہوئی کتابوں کو میری طرف منسوب کیا جائے۔ جب مجھ پر حالتِ قبض ہوتی تو میں تصنیف کے ذریعے تسلی اور آرام حاصل کرتا تھا اور جو کچھ دل میں آتا لکھتا چلا جاتا تھا۔''

(بستان المحدثین، ص:۱۰۶)

اور اس بات کا علامہ سیوطی کو بھی اعتراف ہے کہ حکیم ترمذی کی کتاب ''نوادرالاصول'' غیر معتبر کتاب ہے، چنانچہ اُنھوں نے اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' کے شروع میں حدیث کے آٹھ مصادر ایسے ذکر کیے ہیں جنھیں اُنھوں نے غیر معتبر قرار دیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱: نوادرالاصول از حکیم ترمذی۔ ۲: التاریخ، از: خطیب بغدادی۔
۳: التاریخ از ابن عساکر۔ ۴: التاریخ از حاکم نیسابوری۔
۵: التاریخ از ابن نجار۔ ۶: مسند الفردوس از دیلمی۔
۷: الضعفاء للعُقیلی۔ ۸: الکامل فی الضعفاء از ابن عدی۔

ان کے غیر معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں مذکور روایات غیر ثابت اور ضعیف ہیں۔ ان میں سے بعض (جیسا کہ حافظ عقیلی اور حافظ ابن عدی) نے اپنی کتابوں میں اس طرح کی غیر ثابت اور ضعیف روایات صرف اس لیے درج کی ہیں تا کہ بعد والوں کو ان کی اصل حقیقت کا علم ہو جائے اور اس میں اُمت کی خیر خواہی اور راہ نمائی ہی ہے، اسی لیے اس طرح کے حفاظِ حدیث محدثین اکثر وبیشتر احادیث کی علت اور سببِ ضعف بیان کر دیتے ہیں۔

ہاں، البتہ اگر کوئی مصنف اس طرح کی غیر معتبر روایات بیان کر کے ان سے حجت پکڑتا ہے تو یہ واقعی قابل اعتراض ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کی کتبِ احادیث کو

چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے۔اور اس طبقے کے بارے میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ان میں وارد اَحادیث میں قدرِ بہتر حالت والی حدیث وہ ہے جو ضعیف محتمل ہو اور سب سے بری اور گھٹیا حالت والی حدیث وہ ہے جو موضوع و من گھڑت ہو یا پھر شدید نکارت والی مقلوب ہو۔اس طبقے کی احادیث و روایات علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''الموضوعات'' کا مواد ہیں۔(یعنی اس میں مذکور ہیں)

(حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۱۱۷)

ائمہ جرح و تعدیل کے متعلق مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں کیا ہی خوب کہا ہے ؎

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا
لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملاّ کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

(مسدس،ص:۸۳،۸۴)

اسی طرح بعض بےعلم واعظین غیر معتبر کتابوں کی عربی عبارات اپنے سامعین و معتقدین کو عام طور پر سنا کر انھیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔سیرت کا جلسہ ہوتا ہے تو ان کے اسی طرح کے دعوے سنائی دیتے ہیں کہ (۱) نبی بشر نہیں ہوتا نور ہوتا ہے، نور بھی ایسا جو اللہ کے نور کا حصہ ہے۔ (۲) آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ (۳) آپ ﷺ عالم الغیب تھے اور مختار کل تھے۔(۴) آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ پھر ایسے دعوؤں کو ثابت کرنے کے لیے وہ من گھڑت قصے کہانیاں سناتے ہیں۔خوب نعرہ بازی ہوتی ہے اور غلط استدلالات کیے جاتے ہیں، آیات و احادیث نبویہ میں خوب تحریف کی جاتی ہے۔لوگ حقیقت سے بےخبر ہوتے ہیں، وہ انھیں خوب داد دیتے ہیں۔وہ واعظ یا خطیب کے منہ سے نکلے ہوئے پُرترنم عربی الفاظ کو قرآن سمجھتے ہیں۔

ان لوگوں کو اس بات کا سرے سے پتا ہی نہیں کہ زرقانی کی مواہب اللدنیہ یا سیوطی کی خصائص کبریٰ اور حکیم ترمذی کی نوادر الاصول، دیلمی کی الفردوس اور ابوربیع سلیمان ابن سبع کی شفاء الصدور اور کاشی کی معارج النبوۃ وغیرہ کتب میں کئی کمزور، بےسند اور موضوع روایتیں لکھی گئیں ہیں۔سائے کی نفی میں اکثر روایتیں انھی سے بیان کی جاتی ہیں جو عموماً موضوع اور من گھڑت ہوتی ہیں یا ان میں مجہول راوی ہوتے ہیں، جیسا کہ احمد رضا خان بریلوی کی کتاب ''قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ﷺ'' میں ان جیسی غیر معتبر کتب سے کافی استفادہ کیا گیا ہے اور اس طرح کی غیر معتبر موضوع روایات پر بنیاد رکھی گئی ہے۔پھر اس پر طرہ یہ کہ ایسی روایات پر بنیاد رکھ کر ایسے انداز میں مخالفین کو پکارا گیا ہے:

''آخر تم جو ان حدیثوں کا انکار کرتے ہو تو کسی کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا۔''

(قمر التمام،ص:۱۶)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا سایہ ثابت کرنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، یہ ان کے منہ کی بات ہے۔اسی لیے اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

''سایہ کا وجود کس بنا پر ہے، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمھیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ؟''

(قمر التمام،ص:۱۶)

ہم کہتے ہیں الحمد للہ ہم نے اللہ کے فضل و توفیق سے ان کی ذکر کردہ غیر معتبر موضوع روایات کے مقابلے میں صحیح یا حسن احادیث پیش کر دی ہیں، اب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ﴿مَنۡ شَآءَ

﴿فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ﴾ (جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے) ہر کوئی سوچ لے کیوں کہ ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، ہم نے حجت قائم کردی ہے۔ والحمد للّٰہ الذی بنعمته تتم الصالحات .

''قمر التمام'' جیسی غیر معتبر کتابیں کئی ایک ہیں ان میں سے ایک کتاب ''عدم ظلِ مصطفیٰ'' بھی ہے جو ان کے مفتی محمد غلام فرید ہزاروی سعیدی سیفی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کے دلائل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اس کتاب میں کئی ایک جھوٹے دعوے بھی کیے گئے ہیں۔

ہزاروی سیفی صاحب اور ان کے مقتدیٰ احمد رضا خان صاحب نے جن غیر معتبر کتابوں پر اعتماد کر کے اپنی اپنی کتب تالیف کی ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس طرح کی کئی ایک کتابوں اور ان کے مولفین کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وامثال هؤلاء ممن فی کتابه من الکذب مالا یحصیه الا الله ، فهل یجوز الاعتماد علی مایرویه هؤلاء ."(الرد علی البکری، ص: ۱۹)

''اس طرح کے مولفین وہ ہیں کہ جن کی کتابوں میں اتنا جھوٹ ہے کہ جسے اللہ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کرسکتا، تو کیا ان کی ذکر کردہ روایات پر اعتماد کرنا جائز ہے؟''

اور اہل بدعت کی ہمیشہ نشانی یہی رہی ہے کہ وہ آیاتِ قرآنیہ اور صحیح احادیثِ نبویہ کے مدمقابل جھوٹی روایتیں پیش کرتے ہیں۔ اور اِحقاقِ حق کے بعد بھی وہ اپنے غلط موقف کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے اور کوئی بھی نصیحت وحجت ان پر کارگر نہیں ہوتی:

﴿وَمَا تُغۡنِی الۡاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ [یونس:۱۰۱]

''نہ ماننے والی قوم کو آیات اور ڈرانے والے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔''

ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب ایک غیر محقق واعظ کی معروف کتاب معارج النبوۃ کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں رطب ویابس سب کچھ ہے۔ (احکام شریعت: ۸۲/۲)

اور دیوبندیوں کے ایک معروف عالم مولانا سرفراز صفدر صاحب امام سیوطی کی خصائص کبری کے متعلق لکھتے ہیں:

''خصائصِ کبریٰ میں موضوع اور جعلی روایات کی بھرمار ہے۔'' (اتمام البرہان: ۳۹۶/۲)

کتاب ''اتمام البرہان'' غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب کی ''توضیح البیان'' کا مکمل جواب ہے۔ اور ''توضیح البیان'' صفدر صاحب کی کتاب ''تنقید متین'' کا جواب ہے۔

خصائص کبریٰ کے بارے میں سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں:

''علامہ سیوطی نے اس کتاب میں قوی وضعیف اور صحیح اور غلط ہر قسم کے واقعات کا انبار لگا دیا ہے۔''

(سیرت النبی: ۶۲۵/۳، طبع لاہور)

قارئین کرام! آپ کو بہ خوبی معلوم ہو چکا ہے ایسے لوگوں کے دلائل اور ماخذ کس درجے کے ہوتے ہیں اور محقق علماء ومحدثین کی رائے ان کے بارے میں کیا ہے جس سے استنباط کی وہ عمارت زمین بوس ہوتی ہم دیکھ سکتے ہیں جو انھوں نے بڑی محنت سے کھڑی کی تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر مسئلے میں کتاب وسنت کے مطابق عقیدہ بنانے اور عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

تصحیح

گزشتہ شمارے میں صفحہ ۳۴ پر نظم ''معراج'' کے دوسرے مصرعہ کا ابتدائی جملہ کسرۂ اضافت نہ لکھنے کی وجہ سے یوں پڑھا گیا:

''حبیب ﷺ خدا ہیں......الخ''

اس سہو پر ہم معذرت خواہ ہیں اور اللہ کے حضور معافی کے خواستگار بھی۔ درست جملہ یوں ہے:

''حبیبِ خدا ﷺ ہیں......الخ'' (ادارہ)

استدراک

''علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف'' پر ایک نظر

کے بارے میں گزارش

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی حفظہ اللہ

عنوان بالا پر ایک مضمون الاعتصام کے شمارہ نمبر (۱۸) میں نظر سے گزرا جس میں مدیر مسئول حافظ احمد شاکر صاحب کے علاوہ جناب عمر فاروق سعیدی صاحب نے کتاب مذکورہ بالا کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کیے اور ساتھ ساتھ افسوس کا اظہار بھی کیا کہ کتاب کے مشمولات عنوان سے یا تو مطابقت ہی نہیں رکھتے اور اگر رکھتے بھی ہیں تو یہ اصلاً اہل حدیث کے عقائد سے کوسوں دور ہیں۔

الاعتصام کی سابقہ اشاعت (شمارہ:۱۹) میں ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب کا مذکورہ کتاب پر تبصرہ بھی شائع ہوا ہے۔ جس میں صاحب مضمون نے کتاب کے بارے میں بجا طور پر تاسف کا اظہار کیا ہے اور جہاں یہ باور کرایا ہے کہ مشمولاتِ کتاب کا اصلاً عقیدہ اہل حدیث کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں، وہاں اُن ''علماء وفضلاء'' کی بھی خبر لی ہے جن کے نام کتاب کے سرورق پر ''پسند فرمودہ'' کے عنوان کے تحت درج ہیں۔ اس فہرست میں کتاب کے سرورق پر تو آٹھ دس نام درج ہیں لیکن صاحبِ تبصرہ نے اپنے مضمون میں صرف دو ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ ایک تو ہمارے انتہائی محترم شیخ مولانا اسحاق بھٹی صاحب کا نام ہے اور دوسرا مجھ طالب علم کا نام۔ نہ جانے اس خصوصی ''کرم فرمائی'' کی کیا وجہ ہے؟

ڈاکٹر حافظ زبیر صاحب نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ ان لوگوں نے اس کتاب کے بارے میں توصیفی کلمات کہے۔ بریکٹ میں ''لگتا ہے دیکھے بغیر!'' درج کر کے ہمارا تھوڑا سا بھرم رکھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب کے اور دیگر قارئین کے ''تعجب'' کے ازالے کے لیے سطورِ ہذا سپردِ قلم کرنا ضروری محسوس ہوا۔

''پسند فرمودہ'' کی فہرست کے دیگر افراد سے اس معاملے میں تبادلۂ خیال تا حال نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا یقین ہے کہ ان کا معاملہ بھی مجھ سے مختلف نہیں ہو گا۔

کتاب کی اشاعت (اگست ۲۰۱۳ء) سے کوئی چھ آٹھ ماہ قبل ایک نوجوان میرے پاس آیا۔ دبلا پتلا، باریش، خوش شکل اور خوشگوار طبیعت کا مالک۔ آیا تو وہ میرے گھر تھا لیکن میری ملاقات اس کے ساتھ نماز کے وقت یونیورسٹی کالونی کی مسجد میں ہوئی۔ اس نے اپنا نام فاروق رضوی بتایا اور مجھے بتایا کہ میں ایک کتاب کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف'' کے نام سے حکیم طارق محمود صاحب لکھ رہے ہیں اور یہ کہ میں ان کا معاون ہوں۔ مجھ سے اس نوجوان کا تقاضا یہ تھا کہ لکھوی علماء کے ذوقِ تصوف کے بارے میں بالخصوص اور ان کے حالات کے بارے میں بالعموم معلومات درکار ہیں جن کو کتاب کا حصہ بنایا جا سکے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے کچھ کاغذات (پرنٹ آؤٹ) بھی مجھے دکھائے ان میں کوئی ایک آدھ صفحہ غالباً لکھوی حضرات کے بارے میں بھی لکھا ہوا تھا جس پر میں نے اس کو بتایا کہ لکھوی علماء کے بارے میں آپ نے جو معلومات درج کی ہیں وہ ناقص ہیں۔ میں نے اس کو چند شخصیات کی ملاقات اور چند مقالوں اور کتابوں کے مطالعے کا کہا کہ آپ کو درست معلومات مل جائیں گی اور ساتھ یہ تاکید بھی کی کہ مستند معلومات لیے بغیر کچھ کتاب میں درج نہ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

بعد ازاں ایک دو دفعہ اس نوجوان نے پھر رابطہ کیا اور مطالبہ کیا کہ میں بھی کتاب کے لیے کوئی مضمون لکھوں جس پر میں نے معذرت کر لی کیوں کہ نہ یہ میرا موضوع تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں میری معلومات۔ البتہ کتابوں اور مقالوں سے معلومات لینے کی تاکید دوبارہ کر دی۔ انھی ایک دو ملاقاتوں میں ایک دفعہ اس نوجوان نے خواہش

کی کہ چلیں جس قدر معلومات آپ کو اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں ہیں وہ تو لکھ دیں۔ میں نے کہا میں عدیم الفرصت آدمی ہوں لہٰذا کچھ بھی لکھ کر نہیں دے سکتا۔ البتہ جو گفتگو میری اس کے ساتھ ہوئی اس کے اُس نے نوٹس لے لیے اور اس نے اجازت چاہی کہ آپ کی ان باتوں کو ہم آپ کے انٹرویو کے طور پر کتاب میں شامل کرلیں۔ میں نے اجازت دے دی کیوں کہ میرے اور میرے خاندان کے چند ذاتی حالات کے علاوہ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب یہ نوجوان یا اس کے استاد حکیم طارق محمود صاحب (مولف کتاب) کتاب کو ترتیب دے لیں گے تو متعلقہ صفحے یقیناً دیکھنے کے لیے مجھے بھیجیں گے۔

مذکورہ ایک دو ملاقاتوں میں بہت سے سوال بھی میں نے فاروق رضوی صاحب سے کیے مثلاً یہ کہ مولف کتاب اہل حدیث ہیں؟ اور وہ اہل حدیثوں کے بارے میں کیوں لکھنا چاہتے ہیں؟ یا کیا ان کو علمائے اہل حدیث کے بارے میں خاص معلومات حاصل ہیں؟ وغیرہ۔ جس کا جواب غالباً اُس نے یہ دیا کہ حکیم صاحب بہت اچھے آدمی ہیں اور اہل حدیث علماء سے بہت محبت رکھتے ہیں لہٰذا ان کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے لکھنا چاہتے ہیں۔

بہرحال کچھ عرصہ بعد ایک دن میں گھر آیا تو ایک انتہائی ضخیم کتاب میز پر پڑی دیکھی۔ عنوان دیکھا اور کتاب کا حجم دیکھا تو حیران رہ گیا کہ حکیم طارق محمود صاحب جو کوئی بھی ہیں انھوں نے کمال کر دیا ہے۔ لیکن جوں جوں کتاب کو کھولا تو حیرانی، پریشانی میں تبدیل ہوتی گئی۔ بلکہ کھولنے سے پہلے ہی سرورق پر اپنا نام ''مولانا حماد اللہ لکھوی'' اور ''نشانِ تصوف'' وغیرہ پر نگاہ پڑی تو کافی حد تک بات سمجھ میں آ گئی کہ کتاب کس قدر درست معلومات پر مشتمل ہوگی۔ مولف کے کمال اور مہارت کا قائل ہو گیا جب میرے ساتھ فاروق رضوی صاحب کی نصف گھنٹہ ہونے والی ملاقات کی باتیں صفحہ نمبر پچاس پر درج کر کے ''حماد لکھوی کا ذوقِ تصوف'' کی سرخی جمادی گئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ڈیڑھ صفحے کی باتوں میں کتابت و معلومات کی دسیوں غلطیاں بھی موجود ہیں۔ بہرحال کتاب کو پڑھنا تو درکنار چند صفحات کی ورق گردانی کر کے اور اپنا ''ذوقِ تصوف'' پڑھ کر ہی تسلی ہو گئی۔

چند دن بعد فاروق رضوی صاحب کا فون آیا کہ میں کتاب کے بارے میں تاثرات کے لیے آپ سے ملنا چاہتا ہوں میں نے جمعہ کے فوراً بعد کا وقت دے دیا کہ وہیں ہماری مسجد ''الجامع المبارک'' میں ملاقات ہو جائے گی۔ جمعہ کے بعد میں ابھی محراب ہی میں بیٹھا تھا کہ فاروق رضوی صاحب اور ان کے تین ساتھی میرے پاس آ گئے اور کتاب کے بارے میں پوچھنے لگے۔ میں نے لگی لپٹی کے بغیر اپنے ''تاثرات'' ان کے گوش گزار کر دیے اور ساتھ کہا کہ کتاب اگر لکھنا ہی تھی تو کسی کو دکھا ہی لیتے، اتنا بڑا پروجیکٹ اور اتنی لاپروائی! پھر میں نے ساتھ ہی مشورہ دے ڈالا کہ کتاب کی بے شمار غلطیاں درست کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے ایڈیشن سے پہلے کسی کو چیک کرالیں۔ سینکڑوں صفحات کی کتابیں سکین کر کے شامل کتاب کرنے کی وجہ بھی پوچھی۔ لیکن میرے ان تمام ''تاثرات'' کے جواب میں وہ چاروں حضرات تقریباً میری ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور انتہائی مودب انداز میں میرے ساتھ محوِ گفتگو رہے۔ جمعہ کے فوراً بعد جب میں نے حسبِ معمول پانی پینا چاہا تو مہمانوں سے بھی احتراماً پوچھا کہ آپ بھی پئیں گے؟ اس پر اُن میں سے ایک شخص جو اُن میں سب سے زیادہ مودب اور زیادہ تر باتوں میں اُن کی ترجمانی کر رہے تھے، نے کہا کہ میں تو آپ کا جوٹھا پانی پیوں گا۔ میں نے اس کو اُن کی خوش طبعی سمجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے پانی ڈال کر پیش کیا تو وہ ڈٹ گئے ''پہلے جوٹھا کریں۔''

قصہ مختصر، میں نے گلاس میں سے تھوڑا پانی پیا پھر اُن کو دیا تو انھوں نے پی لیا۔ میں حسبِ معمول مسجد الجامع المبارک سے متصل دارالمعارف کی لائبریری میں جانے لگا، جو اُس وقت مسجد کے اوپر والے ہال میں تھی تو ان احباب کو بھی ساتھ آنے کی دعوت دی کہ اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ وہ چاروں میرے ساتھ تشریف لے آئے، ہم سب نے اکٹھے کھانا کھایا۔ اُن میں سے ''ترجمان شخصیت'' نے میری پلیٹ سے ہی چند لقمے ''تبرک'' کے لیے کھائے۔ یہاں دورانِ گفتگو

تعارف ہوا کہ یہ نستعلیق قسم کے انتہائی مودب ''ترجمان'' شخصیت خود حکیم طارق محمود صاحب ہیں اور یہ کہ زیرتبصرہ کتاب سے قبل ڈیڑھ صد سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں اور یہ کہ اُن کے ماہانہ مجلّہ ''عبقری'' کی اشاعت لاکھوں میں ہے اور یہ کہ ایک بھی شمارہ کسی کو مفت نہیں دیا جاتا اور یہ کہ حکیم صاحب کے عقیدت مندوں اور مریضوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ اور یہ کہ حکیم صاحب محترم سے ملاقات کے لیے کئی مہینے قبل وقت لینا پڑتا ہے۔ اس تعارف کے بعد مجھے کچھ اندازہ ہوا کہ کتنی قابل قدر اور عدیم الفرصت شخصیت میرے پاس بہ نفسِ نفیس تشریف لائی ہے۔ جن کی خوشگوار شخصیت اور مودبانہ رویے سے میں واقعتاً بہت متاثر ہوا۔ اور دل میں کچھ ہچکچاہٹ سی بھی محسوس ہوئی کہ میں نے بغیر تعارف کے کتاب کے بارے میں اپنے ''تاثرات'' اتنے واشگاف الفاظ میں پہنچائے۔ حکیم صاحب کا رویہ میرے ساتھ شرمندہ کرنے کی حد تک مودبانہ تھا۔

انھوں نے اپنے مجلّہ ''عبقری'' کے تازہ شمارے کی کاپی جب مجھے پیش کی تو مجھے اس وقت تک یاد تھا کہ ایک شمارہ بھی مفت نہیں دیا جاتا، لہٰذا میں نے استفسار کیا کہ مجھے بھی چالیس روپے ادا کرنے پڑیں گے؟ اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ بالکل! ہم تو ہر صورت میں آپ سے چالیس روپے وصول کریں گے۔ جب میں یہ رقم ادا کر چکا تو حکیم صاحب محترم نے اپنی جیب سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکالا اور مجھے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہدیتاً میں آپ کو پیش کررہا ہوں چونکہ بغیر مطالبے وخواہش کے میں دے رہا ہوں تو یہ یقیناً میری طرف سے ''ہدیہ'' ہے اور ''ہدیہ'' قبول کرنا سنت ہے، لہٰذا آپ کو قبول کرنا پڑے گا۔ جو میں نے بالآخر قبول کرلیا۔ یوں خوشگوار یادوں کے ساتھ ملاقات کا اختتام کرتے ہوئے یہ چاروں محترم شخصیات تشریف لے گئیں۔ جاتے جاتے حکیم صاحب نے حکم فرمایا کہ میں ایک اور ''ہدیہ'' آپ کو بھیجوں گا وہ بھی آپ نے ضرور قبول کرنا ہے۔ یہ ہدیہ بعدازاں میرے گھر میں غالبًا فاروق رضوی صاحب ہی دے کر گئے۔ حکیم صاحب کے اپنے مطب کی بنی ہوئی چند ادویہ، ریپرز کے مطابق جو مختلف حالات میں استعمال کے لیے مفید بتائی گئی تھیں۔ ان دوائیوں میں ایک ہاضمے کی پھکی ہم نے استعمال کی اور اس کو واقعی مفید پایا۔ اہل خانہ کا کئی بار مطالبہ آیا کہ یہ پھکی اور منگوادیں لیکن میں حکیم صاحب سے تاحال رابطہ نہیں کرسکا۔

بعدازاں بعض لوگ مجھ سے رابطہ کرتے ہیں کہ سنا ہے آپ کے حکیم صاحب سے تعلقات ہیں آپ ہمیں وقت لے دیں۔ میں حکیم صاحب کے ''ادب'' کی جھجک کے باعث ان سے کبھی رابطہ تو نہیں کرسکا لیکن اس سے حکیم صاحب کی قدر و قیمت کا مزید اندازہ ضرور ہوا۔ حکیم طارق محمود سے اس ملاقات کے بعد کتاب کے بارے میں میرا تاثر یہ ہے کہ یہ حکیم صاحب کے فقط ''فیضان نظر'' اور ان کے تلامذہ کی بھرپور کاوش کا نتیجہ ہے البتہ ''عبقری'' کی ورق گردانی سے سمجھ آئی کہ زیرتبصرہ کتاب تو خاصی ''معقول'' ہے۔

ان سطور کے مطالعہ سے اُمید ہے کہ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب اور دیگر قارئین کرام کے ''تعجب'' میں کچھ کمی ہوئی ہوگی۔



استاذ الاساتذہ مولانا شفیق الرحمان لکھوی رحلت فرما گئے

استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا حافظ شفیق الرحمان لکھوی استاذ جامعہ ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) رینالہ خورد ضلع اوکاڑا مورخہ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۲۰۱۴ء بروز پیر انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک طویل عرصے سے علیل تھے۔ موصوف لکھوی خاندان کے بزرگ عالم دین اور طلباء واساتذہ کے مربی تھے۔ ان کے صاحب زادگان مین مولانا پروفیسر خلیق الرحمان لکھوی رحمہ اللہ، مولانا رفیق الرحمان لکھوی اور مولانا سعید الرحمان لکھوی شامل ہیں۔ جماعۃ الدعوۃ کے عالم مولانا ذکی الرحمان لکھوی، مرحوم کے بھتیجے ہیں۔ احباب مرحوم کی مغفرت اور بلندیِ درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ ادارہ ''الاعتصام'' مرحوم کے لواحقین سے تعزیت کناں ہے۔ (ادارہ)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

شدت پسندی چند اہم فکری زاویے

مرتب: زاہد حسن
ناشر: پاک انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز
تقسیم کار: نیریٹیوز (Narratives)
برائے رابطہ: پوسٹ بکس نمبر: ۲۱۱۰، اسلام آباد
ضخامت: ۱۰۲ صفحات
تبصرہ نگار: ام عبدمنیب

زیر نظر کتاب دراصل مختلف دانش وروں، صحافیوں اور سائنسی وسماجی نیز نفسیاتی علوم کے ماہرین کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ جنھیں مرتب نے موضوع کی مناسبت سے اور جو کچھ وہ قارئین پر واضح کرنا چاہتے ہیں، اس فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے یک جا کر دیا ہے۔

مرتب دیباچے میں لکھتے ہیں:

''شدت پسندی کیا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب موجودہ حالات کے تناظر میں دینا انتہائی اہم ہے۔ ماہرین شدت پسندی کی کسی جامع تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ زیر نظر کتاب میں شدت پسندی کے فکری مفہوم کو سمجھنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔''

مرتب کا یہ خیال کہ ماہرین شدت پسندی کی کسی جامع تعریف پر متفق نہیں ہیں، واقعی درست ہے۔ ہمارے معاشرے یا پوری دنیا میں سیاست دانوں، صحافیوں، نفسیات دانوں، سماجی علوم کے دانش وَروں نے مختلف علامات کو شدت پسندی کا مظہر قرار دیا ہے، مثلاً:

- عورت کا ننگے سر رہنے کی بجائے دوپٹا اوڑھنا یا پردہ کرنا۔
- عورت کا ملازمت نہ کرنا بلکہ اپنے قریبی مردوں کی کمائی سے فائدہ اُٹھانا۔
- عورت کا خود کسی مرد سے تعلقات پیدا کر کے نکاح کرنے کی بجائے خاندانی سرپرستی میں نکاح کروانا۔
- کسی مرد کا ننگے سر رہنے کی بجائے سر پر ٹوپی رکھنا، کوٹ پتلون کی بجائے اپنے قومی یا علاقائی لباس کو پسند کرنا۔
- کسی مرد کا داڑھی نہ منڈوانا اور ٹخنے ننگے رکھنا۔
- بچے کو قرآن پاک ناظرہ پڑھوانا یا مدرسے میں داخل کرانا۔
- کسی مسجد کی تعمیر یا مدرسے کی معاونت میں حصہ لینا۔
- سور کا گوشت کھانے، حشرات اور درندوں کا گوشت کھانے اور شراب پینے سے بچ کر رہنا۔
- عورتوں اور مردوں کی مشترکہ محفلوں میں جانے سے کترانا۔
- کسی کا موسیقی وغیرہ کو ناپسند کرنا۔
- ٹی وی چینلوں پر اور نیٹ پر ننگی عورتوں اور جنسی مناظر کو دیکھنے سے اپنی آنکھ کو بچانا اور اس کام سے نفرت کا اظہار کرنا۔
- علماء کا نام عزت سے لینا یا ان سے میل ملاقات رکھنا۔
- دینی رسائل اور کتب پڑھنا۔
- کسی دینی جماعت کی مذمت کرنے کی بجائے اس کے کام میں دلچسپی لینا یا اس کا رکن بن جانا۔

دل چسپ بات تو یہ ہے کہ جو لوگ ان اُمور میں سے جس کام کو شدت پسندی سمجھتے ہیں وہ اس کام پر چلنے والوں یا اس کام کی تحسین کرنے والوں کے ساتھ بحث مباحثہ کر کے انھیں اس سے باز رکھنے کے لیے سمجھاتے ہیں۔ اگر ان کے گھر کا کوئی فرد ہو تو وہ اسے مارنے

پیٹنے سے بھی باز نہیں آتے ۔مثلاً داڑھی رکھنے پر یہ سمجھنا کہ بچہ مذہبی جنونیوں کے زیر اثر آ گیا ہے ۔ یا کسی لڑکی کو پردہ کرنے اور دوپٹا اوڑھنے کی وجہ سے والدین کا مارنا ، اسے اپنے ساتھ لے کر چلنے پر پابندی لگا دینا ۔اسے یہ سمجھانا کہ معاشرے میں لوگ ان کی بیٹی کے پردے کی وجہ سے اسے قدامت پسند، شدت پسند سمجھیں گے اس طرح مزعومہ شدت پسندی کے مقابلے میں ایک اور شدت پسندی جنم لیتی ہے۔

دل چسپ بات یہ کہ اگر مسلمانوں کے علاوہ کوئی قوم خصوصاً انگریز ان تمام اُمور کا خیال رکھیں تو وہ قابل تحسین سمجھے جاتے ہیں مثلاً :

- اگر انگریز اکھاڑے میں اترتے ہوئے ، مقابلہ کرتے یا تقریر سے پہلے یا سیاسی انتخاب میں حصہ لیتے ہوئے صلیب کا نشان بنائے یا اپنے مونوگرام میں صلیب کا نشان بنائے تو یہ شدت پسندی نہیں ہے۔
- اگر کوئی راہبہ یا عیسائی عورت سر پر سکارف لے لے تو خیر کوئی بات نہیں۔
- اگر عیسائی ، یہودی اور سکھ داڑھی رکھیں تو یہ شدت پسندی نہیں۔
- اگر کوئی عیسائی چرچ میں با قاعدگی سے جاتا ہو تو یہ شدت پسندی نہیں ہے۔
- اگر کوئی ہندو ماس نہ کھائے یا عیسائی سور کا گوشت نہ کھائے اور شراب نہ پیے تو یہ مذہبی شدت نہیں کہلاتی۔
- اگر یہودی اپنے بچوں کو سیکولر تعلیم نہ دلوائیں تو یہ شدت پسندی نہیں۔

سوچ کا یہ تضاد اس بات کی دلیل ہے کہ شدت پسندی کی کسی ایک تعریف پر ماہرین متفق نہیں ہیں۔

مرتب نے مضامین کا چناؤ بھی خوب کیا ہے۔

پہلا مضمون ہے ''حکایتوں کا جال'' مضمون نگار نے کہا ہے کہ ہمارے ہاں غلط العام جملے پھیلا دیے گئے جن میں سے بعض یہ ہیں : امریکا ہمارے جوہری ہتھیاروں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان میں وہی ہوتا ہے جو امریکا چاہتا ہے۔ طالبان اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں مگر طریقہ کار غلط ہے۔غربت اور جہالت کی وجہ سے عسکریت پسندی پیدا ہوئی ہے، وغیرہ۔

''تاریخ کا سبق'' میں مسلمانوں کی تاریخ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر دورِ حاضر تک کی تاریخ میں جنگ ، جبر اور جارحیت وقتل کے تمام واقعات کا تسلسل چھانٹ کر یک جا کر دیا ہے، جب کہ برصغیر میں شاہ ولی اللہ سے لے کر براستہ تحریک بالاکوٹ اور پھر مولانا مودودی ، سید قطب اور تبلیغی جماعت کی پگ ڈنڈیوں سے گزرنے کے بعد حزب المجاہدین ، حرکۃ الانصار کے بعد لشکر طیبہ کی شدت پسندی ، ان کی بنیاد پرستی اور عسکریت پسندی کو واضح کرتے ہوئے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ پاکستان کی ہر حکومت نے شدت پسندوں کی حمایت کی یا انھیں چھوٹ دی۔البتہ جنرل ضیاء الحق کو ان کا سب سے بڑا حامی بتایا گیا ہے ۔ پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کو بھی شدت پسندی کا بازو قرار دیا گیا ہے۔علامہ اقبال نے شیخ احمد سرہندی کی بنیاد پرستی کو مضبوط کیا جو غیر مسلموں کو برداشت نہ کرنے کے رویوں کی آئینہ دار تھی۔

مضمون نگاروں کے اپنے الفاظ میں ان کی سوچ درج ذیل ہے:

> ''ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ قائداعظم نے ۱۱ستمبر ۱۹۴۷ کو دستور ساز اسمبلی میں جو بیان دیا تھا وہ ان کی سیاسی بصیرت اور معاملہ فہمی کی روشن مثال تھا لیکن اس ملک کے مقتدر حلقوں نے نہ صرف اس بیان کی اشاعت روکنے کی کوشش کی بلکہ بعد میں اس کے اُلٹ پالیسیاں اختیار کیں۔ پھر قرار دادِ مقاصد لائی گئی اور اسے آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔
>
> ......اگر ہم بابائے قوم کے متعین کردہ راستے سے انحراف نہ کرتے اور ہندوؤں ، مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان مذہبی بنیادوں پر امتیاز کرنے کی بجائے ان سبھی کو پاکستانی شہری ہونے کے مساوی حقوق کا حق دار سمجھتے تو اس صورتِ حال سے یقیناً بچے رہتے سولہ کروڑ پاکستانیوں کے اس ملک

کا وجود ہی خطرے میں نظر آرہا ہے۔''(ص:۱۱)

مضمون نگار نے خارجیوں اور قرامطہ کا انجام اور طریق کار بتا کر اس سے مماثلت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ طالبان کا حشر بھی یقیناً یہی ہوگا۔(ص:۱۲)

قرآن شریف میں جو ہمارے دین کی بنیاد ہے کسی اسلامی ریاست کا ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔فقہاء اور علماء اس کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ چوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو معلوم تھا کہ دنیا مستقل طور پر ارتقا پذیر ہے، اس لیے ان کی طرف سے شریعت میں کسی ایسی ریاست کے خدوخال کا ڈھانچہ موجود نہیں ہے کیوں کہ ایسا کوئی بھی شکنجہ مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔مگر احیائے اسلام کے جذباتی نعروں کے ذریعے مخصوص مذہبی اور سیاسی گروہ اسلامی ریاست کے قیام کے نعرے ہمیشہ ہی بلند کرتے رہے ہیں۔(ص:۱۴)

ایک اور تاریخی مغالطہ جس کی وجہ سے عالم اسلام بالعموم اور جنوبی ایشیا کے مسلمان بالخصوص مصائب اور ابتلا کے شکار ہیں یہ ہے کہ مسلمانوں کا عروج ان کے درمیان اتحاد کی وجہ سے تھا۔

......پیغمبر اسلام سے لے کر آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلمان متحد رہے ہوں ......اتحاد عقیدے کی بنیاد پر نہیں ہمیشہ مشترکہ مفاد کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔(ص:۱۶)

سماجی ترقی اور مذہبی رویوں کو سمجھنے کے لیے ایک سروے شامل کیا گیا ہے جسے محمد اعظم نے ترتیب دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''مذہبی رویوں میں ......نماز کی ادائیگی، مکہ مکرمہ میں حج کی ادائیگی، داڑھی کا رکھنا، لباس، شرعی پردہ، سماجی خدمات، صدقہ وخیرات، مدارس کی امداد، مساجد، یتیم خانے، مفت علاج کے لیے کلینک، میڈیکل کیمپس اور امداد کے ذریعے بننے والے ہسپتال، تبلیغی جماعت کے ساتھ تبلیغی دورے، ملاؤں کی اندھا دھند تقلید، اسلام کی خاص تشریحات، استحصال، فرقہ واریت، انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور اسلام کے نام پر دہشت گردی بھی شامل ہے۔''(ص:۷۲)

محمد اعظم صاحب کے سروے کے مطابق:

''پاکستان میں چند لوگ ہی خود کو علانیہ طور پر سیکولر کہلانے کی جرأت کرتے ہیں۔سیکولر انتہا پسندوں کے حملوں اور معاشرے کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے خود کو مذہبی ظاہر کرتے ہیں۔''

مضمون نگار کا کہنا ہے کہ اپنی تعلیمات پہنچانے والے جب چاہیں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر سکتے ہیں۔(ص:۷۷)

آٹھ فی صد رائے دہندگان محض مذہبی ٹی وی چینل دیکھتے ہیں جب کہ ۴۳ فیصد سے زیادہ لوگ خبروں، کھیلوں اور مذہبی چینلوں میں سے دو ضرور دیکھتے ہیں۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ناظرین کی قابل قدر تعداد مذہبی ٹی وی چینل دیکھتی ہے۔(ص:۷۸)

مضمون نگار نے ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں عورت پر مرد کی حاکمیت ہے اسے غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔اس کی مرضی کے بغیر شادی کر دی جاتی ہے۔ملاؤں کی اکثریت اپنے خطبوں میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کو تحفظ بخشتی ہے۔بے روزگار مرد کی بہن یا بیوی ملازمت کرے تو اسے بے غیرت کہا جاتا ہے۔(ص:۸۰)

مذہبی گروہوں کے ارکان فیکٹری مالکان کو فون کرتے ہیں کہ ان کے دفاتر میں خطیر رقم پہنچائیں۔فیکٹری مالکان مرنے اور جائیداد چھینے جانے کے خوف کے باعث مستقل بنیادوں پر ان گروہوں کے مطالبات پورے کرتے رہتے ہیں۔(ص:۹۱)

بہتر ہوتا کہ مضمون نگار ان فیکٹری مالکان کے نام بھی ظاہر کر دیتے یا ایسے واقعات بھی لکھ دیتے جن میں مذہبی گروہوں نے بھتہ مانگا ہو یا کسی کو اغوا کیا ہو یا فنڈ نہ دینے کی وجہ سے ان پر تشدد کیا ہو۔تاکہ قارئین کو ان کا موقف سمجھنے میں آسانی ہوتی۔اگر مضمون نگار کا مطلب وہ فنڈ ہے جو اصحاب ثروت انھیں دیتے ہیں تو ہمارے علم کے مطابق ایسے لوگ بہ خوشی ان گروہوں کی طرف رجوع کرتے اور اپنا

مالی تعاون پیش کرتے ہیں۔

محمد اعظم لکھتے ہیں:

''زیادہ تر انتہا پسند مہذب خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور اُنھوں نے سماجی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں نا اہلی کا ثبوت دیا۔'' (ص:۱۱۰)

مضمون نگار کے خیال میں انتہا پسند تعمیری اور ثقافتی سرگرمیوں پر سرمایا کاری کرنا فضول خرچی تصور کرتے ہیں۔

قاضی جاوید کے بقول ایسا معاشرہ جہاں کھیلوں اور ثقافتی سرگرمیوں کا فقدان ہو وہاں انتہا پسندی ہی فروغ پاتی ہے۔ (ص:۱۰۶)

حسین نقی صاحب نے ''پاکستانی ذرائع ابلاغ اور شدت پسندی'' کے موضوع پر اپنی گراں قدر آراء پیش کی ہیں، لکھتے ہیں:

''میڈیا کو تو قارئین چاہئیں، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ کوئی بھی رسالہ اور کوئی بھی اخبار شدت پسندانہ عنصر سے خالی نہیں۔ شدت پسند تنظیمیں ذرائع ابلاغ پر دباؤ ڈالتی ہیں کہ اس خبر کی یہ ہیڈ لائن لگے گی۔ اس خبر کو اتنا Display ملے گا...... دوسرا یہ کہ اگر تم نے اخبار نکالنا ہے تو وہ اسی شرط پر نکل سکتا ہے ورنہ آگ لگا دیں گے۔'' (ص:۱۲۲)

''پاکستان صحافی حکومت پر تنقید کرنے میں تو آزاد ہیں لیکن وہ مذہبی جنونیوں پر تنقید نہیں کر سکتے۔'' (ص:۱۲۲)

محترم مضمون نگار اور مرتب و ناشر کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ خاطر جمع رکھیں مذہبی جنونیوں میں یہ دم خم نہیں ہے کہ وہ زیر تبصرہ کتب جیسی کتابوں کی اشاعت رکوا دیں یا اس قسم کے بیانات دینے سے انھیں جبراً روک دیں۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر کو ص ۱۲۴ پر مضمون نگار نے مختلف تجزیہ نگاروں کے بیانات کی صورت میں ظاہر بھی کیا ہے، مثلاً: مائد علی، جناب عاصم حسین وغیرہ کے بیانات۔

شدت پسند صحافیوں کے بچوں کو اغوا کر لینے کی دھمکیاں بھی دیتے ہیں۔ امتیاز عالم نے کہا: میڈیا شدت پسندی کی وجہ سے بہت زیادہ دباؤ کا شکار ہے۔

دوسرا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے عاصم حسین صاحب نے کہا کہ ہمارا میڈیا شدت پسندوں سے خوف زدہ نہیں ہے بلکہ ان کی مذمت کر رہا ہے۔ یہ اصل مسئلے کی طرف توجہ نہیں دے رہا بلکہ یہ اس مسئلے کے حوالے سے مغربی میڈیا کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے اور ان کی دی ہوئی لائن پر چل رہا ہے۔ (ص:۱۲۶)

مقالہ نگار نے یہ تجزیہ بھی پیش کیا ہے کہ شہید، جہاد، جہادی، عسکریت پسند، ہلاک جیسی اصطلاحات مفہوم و معانی کے امتیاز سے بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ (ص:۱۳۲)

مقالہ نگار نے یہ بات درست لکھی ہے کہ اصطلاحات اپنے اندر ایسے اثرات رکھتی ہیں جو ذہن اور افراد کو اپنے مفہوم کے پھیلاؤ میں لے لیتی ہیں۔ اس لیے لکھنے اور بولنے میں ہر فرد کو سوچ کر الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

''بنیاد پرستی کا چیلنج اور ہمارا ردعمل'' کے عنوان سے قاضی جاوید لکھتے ہیں:

''بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے خلاف جنگ ثقافتی، اخلاقی اور مذہبی اکثریت کا احترام کرتی ہو۔ مسلمانوں کے ہاں اس قسم کی تعبیر کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ اسلامی تعلیمات میں کثرت پسندی کی تائید موجود ہے۔ یہی نہیں بلکہ وحدت الوجود کا نظریہ جو صدیوں تک صوفیوں، شاعروں اور دانش وَروں میں مقبول رہا ہے اور جس کی نفی کر کے بنیاد پرستی کی فلسفیانہ اساس مرتب کی گئی ہے اس کی تشکیل نو کی ضرورت ہے۔ یہ ہر قسم کے اختلافات کو جذب کرنے والا نظریہ ہے اور کثرت کو دبانے کی بجائے اس میں وحدت ڈھونڈتا ہے۔ (ص:۱۵۱)

جاوید قاضی لکھتے ہیں:

''آپ کو کبھی پاکستانی یونیورسٹی کے اساتذہ کا گروپ فوٹو دیکھنے کا اتفاق ہو تو ایسا دکھائی دے گا جیسے آپ باجوڑ کے قبائلی عمائدین کی تصاویر دیکھ رہے ہیں، اس لیے یہ حیرت کی بات نہیں کہ گزشتہ نصف صدی کے دوران یونیورسٹیوں نے بنیاد پرست تو عطا کیے ہی ہیں...... یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مدرسوں سے کہیں زیادہ بنیاد پرست یونیورسٹیوں نے پیدا کیے ہیں۔ اس وقت یونیورسٹیوں کو بہتر بنانے کے لیے ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سیکولر تعلیم ہی کثرت پسند سماج کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔'' (ص:۱۵۲)

جاوید قاضی صاحب کو یہ بھی شکوہ ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔ اقلیتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ثقافتی سرگرمیوں کو پوری طرح جاری رکھیں تاکہ یک رخ سماج کی تشکیل میں رکاوٹ بن جائیں۔ اُنھوں نے اپنے بہت سے عیسائی دوستوں اور سہیلیوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ ملک میں رقص، موسیقی، ڈرامہ، تفریح اور لوگوں کو ہنسنے ہنسانے کے مواقع فراہم کرنے کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بنیاد پرستوں کو اثر و رسوخ حاصل ہوتا ہے وہاں صنفِ نازک کی بدبختی کے دن شروع ہوجاتے ہیں۔

محترم مقالہ نگار نے صنفِ نازک لکھا ہے حالاں کہ ان کے نظریات کے مطابق عورت صنفِ نازک نہیں بلکہ عورت صنف کرخت ہے یا صنف سخت۔

مقالہ نگاروں نے اپنے نظریات کو تقویت پہنچانے کے لیے تاریخ کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے لیکن لگتا ہے کہ انھیں قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا، یا وہ قرآن پاک کو بھی عام مذہبی کتابوں کی طرح بس سرسری نظر ڈال کر من پسند خیالات کشید کرنے کے حامی ہیں۔ اُنھوں نے صرف دو آیتوں کا ترجمہ پوری کتاب میں دیا ہے۔ لیکن کیسے؟ اسلام نے بین المذاہبی معاملات میں بنیادی اور راہ نما اُصول قرآن حکیم کے الفاظ میں یہ دیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یہ بھی ایک آیت کا لفظی ترجمہ ہے:

''ہم کو ہمارا اور دوسروں کو ان کا دین مبارک ہو۔''

یہ گویا بین المذاہبی امور میں تشدد اور جارحیت سے دست برداری کا اعلان ہے۔

یاد رہے کہ مقالہ نگار نے آیت:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝﴾

[البقرة:٢٥٦]

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہوچکی، پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

کے صرف پہلے حصے ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ کا ترجمہ دیا ہے۔ جو لوگ اسلام سے انحراف اور کفر سے الحاق کرنا پسند کرتے ہیں ان کے ہاں اس آیت کا اتنا ہی حصہ زبان زد عام ہے، کاش وہ پوری آیت پڑھ لیتے اور پوری آیت لکھ کر اپنا موقف واضح کرتے۔

دوسرا ترجمہ سورت کافرون کی آخری آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار سے بے زاری کا شدت سے اظہار کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں:

''تمھارا دین تمھارے لیے میرا دین میرے لیے۔''

لہٰذا دونوں کی راہیں، دونوں کی سوچ جدا جدا ہے۔ گو اس سورت کا شانِ نزول اس پہلو پر مزید وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن مقالہ نگار یا مرتب حدیثِ رسول ﷺ کو نہ مستند تسلیم کرتے ہیں نہ راہ نما۔

قارئین ان اقتباسات سے کتاب اس کے مرتب اور مقالہ نگاروں

کے خیالات سے تو واقف ہو گئے ہوں گے۔ جو علماء و محققین قرآن وسنت کی روشنی میں فکری وسماجی رویوں یا دورِ حاضر کی شدت پسندی پر کام کررہے ہیں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

آخر میں میری محترم مقالہ نگاروں سے گزارش ہے کہ وہ جس طرح سماجی، سائنسی، نفسیاتی، تاریخی، عمرانی رویوں پر اور اصطلاحات پر غور وفکر اور محنت کرتے ہیں وہ قرآن حکیم کے الفاظ، سیاق وسباق اور مہبطِ قرآن ﷺ کی سیرت کو خالی الذہن ہو کر پڑھیں کتاب لکھنے والے سے زیادہ اس کی کتاب کو سمجھنے کا دعویٰ کرنا احمقانہ سوچ ہے۔ لہٰذا وہ حدیث نبوی ﷺ کی اُنگلی تھام کر اپنی فکر کا سفر شروع کریں۔ ان کی راست فکری کے لیے یہ میری دلی دعا ہے۔



برصغیر پاک وہند میں محدثین کی خدمات

نام مصنف: شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالعظیم حسن زئی، استاذ جامعہ ستاریہ اسلامیہ کراچی

ضخامت: ۵۳ صفحات

ناشر: شعبہ دعوت تبلیغ جماعت غرباء اہل حدیث برنس روڈ، کراچی

تبصرہ نگار: محمد اشرف سعید

صحابہ رضی اللہ عنہم کا پہلا قافلہ جس کی تشریف آوری سے برصغیر سندھ کی سرزمین سعادت اندوز ہوئی یہ کارواں رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چار سال بعد ۱۵ھ عہد فاروقی میں وارد ہوا۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں تابعین کے قافلے آتے رہے۔ ۹۳ھ میں راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے محمد بن قاسم کا کارواں آیا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں تابعین تبع تابعین تھے۔ جن کی فتوحات کا دائرہ سندھ سے ملتان تک گیا تھا۔ ان پرعزم باہمت سرفروشوں نے اللہ کے دین کی سربلندی اور اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے مساجد تعمیر کیں اس میں قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ دیبل اور ٹھٹھہ، منصورہ اور سندھ کے مختلف علاقے تقریباً چار سو سال تک قال اللہ وقال الرسول کی دل نواز صداؤں سے گونجتے رہے۔ یہ پاک باز لوگ جہاں بھی گئے حدیث رسول ان کے ہم رکاب رہی اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا رہی۔

یہ وہ دور تھا کہ جس وقت فقہی مذاہب ومسالک کا کہیں نام ونشان تک نہیں تھا اور کسی قابل تکریم امام فقہ کا اس عالم آب وگل میں وجود نہ تھا کیوں کہ امام شافعی کی ولادت ۱۵۰ھ، امام احمد بن حنبل کی ۱۶۵ھ، امام مالک ۹۳ھ اور امام ابوحنیفہ کی ۸۰ھ میں ہوئی۔ محمد بن قاسم کے حملہ کے وقت نہ شافعی تھے نہ مالکی، حنفی، نہ مالکی اس وقت خالص قرآن وحدیث کا سکہ چلتا تھا اسلام کا قصر رفیع کتاب وسنت کی بنیاد پر قائم تھا۔

مسلم تہذیب وثقافت کے یہ شہر جب دریا کی طغیانی یا آسمانی آفات کی وجہ سے ویران وبرباد ہوگئے تو اس کے مکین مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ لیکن تاریخ کے اوراق میں ان کے نقوش تابندہ رہیں گے بہت سے سندھی علماء محدثین کا تذکرہ کتب رجال میں ملتا ہے مغل فاتحین کی اسلامی سادگی اور دین فطرت کی روشنی سے بے اعتنائی اور فارسی تہذیب وثقافت سے وابستگی کے باعث برصغیر میں اسلامی سادگی اور کتاب وسنت کی تعلیمات کا زور زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور نہ خدام حدیث کی اس قدر کثرت ہوسکی اس کے باوجود برصغیر کی ساکن سطح پر مختلف اوقات میں شیخ رضی الدین حسن صنعانی (صاحب مشارق الانوار)، شیخ علی متقی (صاحب کنز العمال)، شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب مجمع بحار الانوار)، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شیخ حافظ محمد اسماعیل لاہوری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کی اولاد علم حدیث اور اتباع سنت سے ہل چل بپا کرتی نظر آتی ہے۔

بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے اس تحریک احیائے سنت کو بام عروج تک پہنچایا۔ پیش نظر کتاب میں شاہ ولی اللہ ان کی اولاد شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز، شاہ

عبدالغنی، شاہ محمد اسماعیل، شاہ محمد اسحاق، شاہ عبدالغنی مجددی، سید نذیر حسین محدث دہلوی، ان شاگرد خاندان غزنویہ، خاندان لکھویہ، خاندان روپڑیہ کے اکابر کے حالات اور میاں صاحب کے دوسرے شاگردوں کی علمی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا تذکرہ ہے۔

یہ کتاب شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز کی تصنیف لطیف ہے جو ایک محدث، شارح، مفسر، محقق، باصفا عالم اور باعمل، سلفی فکر کی حامل شخصیت اور تین درجن کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے فضل وکمال کا اعتراف ان کے تمام معاصر حلقوں نے کیا ہے۔

مولانا محمد علی جانباز کی ایک انتہائی اہم تصنیف ''انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ'' جو عربی میں بارہ جلدوں اور ۳۸۸۷ صفحات پر مشتمل ہے، منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ اس شرح کی پہلی جلد کا مقدمہ سو صفحات اور چھ فوائد پر مشتمل ہے۔ زیر تبصرہ کتاب انھی فوائد میں سے پانچویں فائدے ''الفائدة الخامسة في شيوع علم الحديث في شبه القارة الهندية الباكستانية '' کا اردو ترجمہ ہے جس کو شعبہ دعوت وتبلیغ غرباء اہل حدیث برنس روڈ کراچی نے شائع کیا۔ کیا خوب ہوتا جو اگر پورے مقدمے کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جاتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف مترجم ناشر کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے، آمین۔



ذکر اللہ کے (۱۰۰) فضائل وبرکات

تالیف: شمس الدین حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

ضخامت: ۳۴۸ صفحات

ناشر: مکتبہ الصدیق السّلفیہ، موبائل: 0333-2884686

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ کریم خالق کائنات کی یاد یعنی اس مالک الملک کا ذکر ہی بے اطمینان دلوں کو مطمئن و مامون کرنے والا ہے۔ اللہ کریم اپنے بندے سے اس وقت تک محبت کرتا ہے جب تک بندہ اپنے مالک سے رشتہ جوڑے رکھے۔ جب اللہ کریم اپنی نعمتوں کا نزول فرماتے ہیں تو بندے کو شکر کے کلمات سے اپنے مالک وخالق کو یاد کرنا چاہیے۔ جب کبھی کوئی آزمائش سے واسطہ پڑے تو بندے کو صبر کرنے کی تلقین ہے۔ خدانخواستہ اگر بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے یا کوئی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو پھر بھی اللہ ہی کے آگے اپنا سرِ نیاز جھکائے رکھے اور استغفار وتوبہ کے ذریعے اپنے ربّ کے کلمات ہی زبان سے ادا کرتا رہے۔

انسان کی زندگی ایک مستعار زندگی ہے۔ یہ چند روزہ زندگی کے آثار ہی ہیں جو انسان اس دنیائے فانی میں گزارتا ہے اور پتا نہیں کن کن آزمائشوں، ناز ونعم کے لمحات اور گناہوں کی دلدل سے اپنے آپ کو گزرتا محسوس کرتا ہے۔ پھر وہی بندے اپنے اللہ کو محبوب ہوتے ہیں جو ذکر اللہ کثرت سے کرنے والے ہوتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''ذکر اللہ کے (۱۰۰) فضائل وبرکات'' جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فوائد کے ضمن میں ترتیب دی گئی ہے اس کتاب کا رواں دواں اردو ترجمہ حافظ سعید الرحمان اور جناب حافظ ثناء اللہ تبسم صاحبان نے بڑی توجہ اور محنت سے کیا ہے۔ بجا طور پر یہ کتاب عربی خواں حضرات کے ساتھ ساتھ اب اردو خواں طبقے کے لیے بھی پڑھی اور سمجھی جانے والی کتاب بن گئی ہے۔

اس کتاب کو اٹھائیس فصلوں میں تقسیم کر کے مختصر اور مفید لیکچرز میں سمویا گیا ہے۔ مختلف موقعوں کی مناسبت سے اس میں دعائیں، اذکار، نمازوں کو شروع کرنے اور قومے وسجدے میں اور نماز کے بعد کی مسنون ومعتبر دعائیں، شیطان کے وسوسے، دشمن سے حفاظت اور کشائش رزق کے علاوہ زندگی میں پیش آمدہ بیشتر مواقع کی دعائیں اور اذکار شامل کتاب ہیں۔ یہ کتاب اردو بازار لاہور میں نعمانی کتب خانہ، مکتبہ اسلامیہ، دار الکتب السّلفیہ ودیگر کتب خانوں پر دستیاب ہے۔ ذکر اللہ پر عمدہ مواد دیا گیا ہے اور خوب صورت جلد سے مزین بھی ہے۔



فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۸۹۳۔۲۹۷ء واجد علی خان

و (احتساب قادیانیت، جلد (۳۷)، ص: ۶۷۲۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔واجد علی خان۔فتنہ مرزائیت۔

۲۔خواجہ عبدالحمید بٹ۔فرقہ احمدیہ کا ماضی و مستقبل۔

۳۔خواجہ عبدالحمید بٹ۔قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم

۴۔عبدالحلیم الیاسی۔آئینہ قادیانیت۔

۵۔اختر احسن۔حقیقت قادیانیت۔

۶۔چوہدری محمد حسین۔کاشف مغالطہ قادیانی فی رد نشانِ آسمانی۔

۷۔عبدالقیوم پراچہ۔قادیانیوں کا اصل حقیقت سے فرار

۸۔محمد اسحاق امرتسری۔اباطیل مرزا۔

۹۔محمد اسحاق امرتسری۔حالات مرزا یعنی مرزائی مذہب کی حقیقت۔

۱۰۔محمد اسحاق امرتسری۔بطلان مرزا۔

۱۱۔ڈاکٹر صوفی نذیر احمد۔قادیانی مذہب اور علامہ اقبال کا قول فیصل۔

۱۲۔ملک محمد صادق سابق قادیانی۔آئینہ مرزائیت۔

۱۳۔محمد صادق قریشی قادیانی۔فسخ بیعت خلیفہ قادیان

۱۴۔نور حسین گھر جاکھی۔ختم نبوت از روئے آیات قرآنی واحادیث رسول حقانی وأقوال مرزا قادیانی۔

۱۵۔مفتی رشید احمد لدھیانوی۔بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا، یعنی دین دار انجمن۔

۱۶۔سعید قریشی۔مسلمانوں کی تکفیر۔

۱۷۔مشتاق احمد چرتھاولی۔عقائد قادیانی (منظوم)۔

۱۸۔عبدالرزاق انقلابی۔قتل دجال۔

۱۹۔قاضی عبدالصمد سربازی۔فتح مبین۔

۲۰۔عبدالوہاب حجازی۔مرزائیاں دے حلق دا شیشہ۔

۲۱۔غلام نبی جانباز مرزا۔مرزا غلام احمد کی تصویر کے دو رُخ۔

۲۲۔غلام نبی جانباز مرزا۔جانباز پاکٹ بک۔

۲۳۔غلام نبی جانباز مرزا۔سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کے خطوط۔

۲۴۔غلام نبی جانباز مرزا۔وزیر خارجہ۔

جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور کے زیر اہتمام

عظیم الشان سالانہ

تقریب صحیح بخاری

اہلحدیث کانفرنس

وتقسیم اسناد

2014

6 جون

بروز جمعۃ المبارک

جمعہ سے لے کر رات گئے تک

زیر صدارت: محترم جناب حافظ عبد الغفار روپڑی — امیر جماعت اہلحدیث پاکستان

اسٹیج سیکرٹری: فضیلۃ الشیخ پروفیسر میاں عبد المجید صاحب — ناظم اعلیٰ جماعت اہلحدیث پاکستان

زیر نگرانی: حضرت مولانا مفسر قرآن حافظ عبد الوہاب روپڑی صاحب — نائب مدیر الجامعہ

خطبہ جمعۃ المبارک 12:30

فضیلۃ الشیخ مؤرخ اہلحدیث حضرت مولانا حافظ عبد الوحید روپڑی صاحب — سرپرست جماعت اہلحدیث پاکستان

درس بخاری شریف بعد نماز جمعہ

جناب محترم قاری عبد الظاہر عاذب صاحب

فضیلۃ الشیخ حافظ امتیاز احمد

مفتی شیخ الحدیث عبید اللہ عفیف صاحب

انجینئر حضرت مولانا حافظ ابتسام الٰہی ظہیر

حضرت مولانا محمد عبد اللہ نثار

عزت مآب جناب خواجہ سلمان رفیق — مشیر صحت پنجاب

کنوینر کانفرنس: محترم جناب قاری محمد فیاض صاحب

عبید الرحمان محسن

وکیل صحابہ قاری عبد الحفیظ فیصل آبادی

جناب مولانا محمد شریف حصاروی

محترم حضرت مولانا منظور احمد

عبد الرحمن لدھیانوی

محمد یونس صدیقی

عبد الواحد

عبد اللہ

محمد جمیل صاحب

مناظر اسلام مولانا محمد داؤد ارشد

فضیلۃ الشیخ قاری محمد یعقوب شیخ — مرکزی رہنما جماعۃ الدعوۃ

خطیب اسلام شیر اہلحدیث حافظ محمد یوسف پسروری — لاہور

قاری عبد الرحیم کلیم

حافظ عبد الرزاق

محترم حضرت مولانا محمد نعیم بٹ صاحب — گوجرانوالہ

مولانا شکیل الرحمن ناصر صاحب

مناظر اسلام عبد الرشید صاحب

حافظ مولانا عبد الرحمان

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب

حضرت مولانا قاری سیف اللہ عابد

محترم جناب مولانا جابر حسین صاحب

نوٹ: امسال علوم اسلامیہ اور شعبہ تحفیظ القرآن اور تجوید قراءت سے فارغ ہونے والے علماء اور حفاظ کرام اور قراء کرام کی تعداد 33 ہے (الحمد للہ)

منجانب **جامعہ اہلحدیث** چوک دالگراں رحمان گلی 5 برانڈرتھ روڈ لاہور

0301-4167882 0300-8001913 0423-7656730